تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

49

www.tanzeem.org

26 ربیع الثانی تا 2 جمادی الاولیٰ 1441ھ / 24 تا 30 دسمبر 2019ء

روحانی تربیت کا بڑا ذریعہ: قرآن حکیم

نبی اکرم ﷺ کے انقلاب میں روحانی تربیت کو بھی انتہائی اہمیت دی گئی۔ روحانیت پیدا کرنے کے سب سے بڑے ذریعے قرآن حکیم کو دلوں میں اتارا گیا' اس سے سینوں کو منور کیا گیا' اوراس کے ساتھ ساتھ نفس کے تقاضوں کی مخالفت کرائی گئی۔ نیند بہت عزیز ہے' اللہ کی راہ میں جاگتے رہنے کی ترغیب دلائی گئی اور تہجد میں قرآن کو اپنے اندر اتارنے کا حکم دیا گیا:

''اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے! رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر کم' آدھی رات' یا اس سے کچھ کم کرلو' یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو' اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔ درحقیقت رات کا اٹھنا نفس پر قابو پانے کے لیے اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لیے زیادہ موزوں ہے۔'' (المزمل: 1، 6)

قرآن تو ویسے ہی نور ہے' یہ دلوں کی تاریکیاں دور کر کے انہیں منور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے' اور رات کا جاگنا نفس کو کچلنے میں بہت مؤثر ہے۔

وہ وقت آیا کہ ہم کو قدرت ہماری سعی و عمل کا پھل دے — بتا رہی ہے یہ ظلمتِ شب کہ صبح نزدیک آ رہی ہے
ابھی ہیں کچھ امتحان باقی ' فلاکتوں کے نشان باقی — قدم نہ پیچھے ہٹیں کہ قسمت ابھی ہمیں آزما رہی ہے
سیاہیوں سے حزیں نہ ہونا' غموں سے اندوہ گیں نہ ہونا — انہی کے پردے میں زندگی کی نئی سحر جگمگا رہی ہے
رئیسؔ اہلِ نظر سے کہہ دو کہ آزمائش سے جی نہ ہاریں — جسے سمجھتے تھے آزمائش وہی تو بگڑی بنا رہی ہے!

رسولِ انقلاب کا طریقِ انقلاب

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

عبرتناک سزا

اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ....

سقوطِ مشرقی پاکستان: ہمارے لیے ایک سبق؟

اگر تم مومن ہو!

شریعت کے کسی بھی حکم کو حقیر نہ سمجھے!

مسلمان......ہتھیاروں کے خریدار

الہدیٰ (882)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اللہ انسانوں پر مہربان اور انسان اللہ کا نافرمان

سُورۃُ الْحَجّ — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — آیات: 65، 66

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ وَالْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ ؕ وَیُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَھُوَ الَّذِیْٓ اَحْیَاکُمْ ۡ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ ۝

آیت ۶۵ ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ﴾ ’’کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے زمین کی سب چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے‘‘

یعنی تمہاری خدمت گزاری اور تمہاری ضروریات کی بہم رسانی میں لگا دیا ہے۔

﴿وَالْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ ؕ﴾ ’’اور کشتی کو جو چلتی ہے سمندر میں اُس کے حکم سے!‘‘

﴿وَیُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ؕ﴾ ’’اور وہ تھامے ہوئے ہے آسمان کو کہ وہ گر نہ جائے زمین پر مگر اُس کے حکم سے۔‘‘

﴿اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۵﴾﴾ ’’یقیناً اللہ انسانوں کے ساتھ بہت ہی شفیق ہے، بہت مہربان ہے۔‘‘

آیت ۶۶ ﴿وَھُوَ الَّذِیْٓ اَحْیَاکُمْ ۡ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ؕ﴾ ’’اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا‘ پھر وہ تمہیں موت دے گا‘ پھر تمہیں زندہ کرے گا۔‘‘

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾﴾ ’’یقیناً انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔‘‘

یعنی پہلے تم مردہ تھے اور اس نے تمہیں زندہ کیا۔ یہ آیت سورۃ البقرۃ کی اس آیت سے گہری مشابہت رکھتی ہے: ﴿کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ۚ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾﴾ دونوں آیات کے الفاظ بھی ملتے جلتے ہیں۔ صرف سورۃ البقرۃ کے ’’کُنْتُمْ اَمْوَاتًا ‘‘ کے الفاظ کو زیر مطالعہ آیت میں دہرایا نہیں گیا۔ مضمون دونوں آیات کا بہر حال ایک ہی ہے۔

اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی ارواح کو عالم ارواح میں پیدا کیا اور ان سے اپنی ربوبیت کا عہد (اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ؟) لینے کے بعد سب کو سلا دیا‘ بالکل اسی طرح جیسے آج کسی چیز کو کولڈ سٹوریج میں رکھ دیا جاتا ہے۔ یہ تمام انسانوں کی پہلی موت تھی۔ اس کے بعد جب کسی روح کا رحم مادر میں کسی جنین کے ساتھ ملاپ ہوتا ہے تو یہ اس روح یا اس انسان کا احیائے اول ہے۔ پھر دنیوی زندگی کے بعد جب اسے موت آئے گی تو یہ اس کا ’’اماتہ ثانیہ‘‘ ہوگا اور جب اسے قیامت کو اٹھایا جائے گا تو وہ احیائے ثانی ہوگا۔ اس مضمون کا ذروۂ سنام (climax) سورۃ غافر (المؤمن) کی آیت ۱۱ میں آئے گا۔

فرمان نبویؐ

نرم دلی

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : ((اِنَّ اللّٰہَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ کُلِّہٖ))

(متفق علیہ)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ نرم خو ہے، وہ ہر کام میں نرمی کو پسند کرتے ہیں۔‘‘

تشریح: معاشرتی زندگی میں آپس کے معاملات میں سختی اور سخت گیری کی بجائے نرمی اور بُردباری سے کام لینا چاہیے۔ نرمی اخلاقِ انسانی کا وہ سدا بہار پھول ہے جو زندگی کے ہر میدان میں خوشبو پھیلا کر اسے معطر بنا دیتا ہے۔ داعی کو بھی حق کی دعوت دیتے ہوئے نرمی سے پیش آنا چاہیے۔ اس طرح وہ لوگوں کے دلوں کو موہ لے گا اور دشمن کو دوست بنا لے گا۔

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

26 ربیع الثانی تا 2 جمادی الاوّل 1441ھ جلد 28
24 تا 30 دسمبر 2019ء شمارہ 49

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبرتناک سزا

جسٹس نذر اکبر، جسٹس وقار احمد سیٹھ اور جسٹس شاہد کریم پر مشتمل خصوصی عدالت نے پاکستان کے سابق آرمی چیف اور سابق صدر کو آئین کے آرٹیکل 6 کے تحت سزائے موت سنائی ہے۔ اُن پر آئین شکنی کا الزام تھا۔ اُنھوں نے 3 نومبر 2007ء کو صدر پاکستان کی حیثیت سے ایمرجنسی لگائی جو آئین شکنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں جنرل مشرف سے شدید ترین اختلاف تھا۔ ہم نے اُس دور میں بھی اُن پر شدید تنقید کی جب وہ اقتدار میں تھے۔ اُن کا اقتدار عروج پر تھا اور وہ دونوں ہاتھ بلند کر کے مکے لہراتے تھے اور اُنھیں پاکستان کا مضبوط اور طاقتور ترین شخص سمجھا جاتا تھا۔ لیکن ہماری مشرف کے خلاف ایف آئی آر بالکل مختلف تھی اور ہے۔ اگرچہ ہم سمجھتے ہیں کہ کسی حکمران کا ایمرجنسی نافذ کر کے عوام کے بنیادی حقوق کو ختم کرنا یقیناً ایک جرم ہے لیکن یہ پاکستان میں پہلی مرتبہ نہیں ہوا تھا۔

اُن کے خلاف ہمارا اصل مقدمہ نائن الیون کے بعد اُن اقدامات کے حوالے سے ہے۔ جب ایک سامراجی ملک امریکہ نے نیٹو کی چھتری تلے امارت اسلامیہ افغانستان پر حملہ کیا تو اس شخص نے حملہ آور اور اسلام دشمن طاغوتی قوتوں کی اسلامی ملک کو تباہ و برباد کرنے میں بھرپور مدد کی۔ اُنھوں نے پاکستان کے فوجی اڈے امریکہ کے حوالے کر دیے۔ جہاں سے افغانستان پر ستاون ہزار حملے کیے گئے۔ اُنھوں نے پاکستان میں متعین افغان سفیر ملا عبدالسلام ضعیف سے بدسلوکی کی اور اُن کو امریکہ کے حوالے کر کے ایک ایسا سفارتی جرم کیا جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ جب امریکہ نے ڈامہ ڈولہ پر وحشیانہ فضائی حملہ کیا تو جنرل مشرف نے اس حملے کو پاکستان کے سر لے لیا، یعنی یہ حملہ ہم نے خود کیا ہے۔ یاد رہے اس حملے میں سو کے قریب معصوم بچے قرآن پڑھتے شہید ہوگئے تھے۔ امریکہ کے مطالبہ پر مشرف نے قبائلی علاقے میں امریکی خفیہ ایجنسی CIA کو کھلی چھٹی دے دی۔ جنہوں نے ایک طرف ہمارے قبائلی بھائیوں کی زندگی اجیرن کر دی اور دوسری طرف پاکستان کی سلامتی بھی خطرے میں پڑ گئی۔

جب افغان طالبان نے امریکہ کے خلاف گوریلہ جنگ شروع کی اور امریکہ کا جانی و مالی نقصان ہونا شروع ہوا تو اپنی بزدلی اور نااہلی تسلیم کرنے کی بجائے پاکستان خاص طور پر اس کے قبائلی علاقوں پر یہ الزام دھر دیا کہ وہ امریکہ کے دشمنوں کی مدد کر رہے ہیں۔ اس پر مشرف نے پاکستان کے قبائلی علاقے میں ظلم وستم کے وہ پہاڑ توڑے جن کے تصور سے ہم آج بھی کانپ اُٹھتے ہیں۔ وہ قبائلی جنہوں نے پاکستان کو آزاد کشمیر لے کر دیا تھا، جن کی وجہ سے ہمیں پاکستان کی شمال مغربی سرحد پر فوج رکھنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی اور اُنھوں نے متعدد بار خود کو پاکستان کا زبردست محافظ ثابت کیا تھا۔ مشرف کے ظلم نے اُنھیں پاکستان سے بدظن کر دیا۔ اُنھیں دوستی اور محبت کے جواب میں بمباری اور گولہ باری کا نشانہ بنایا گیا۔ مشرف نے امریکہ کو یہ یقین دلانے کے لیے کہ وہ اس علاقے میں اُن کا اصل اتحادی اور مبینہ دہشت گردی کا مقابلہ کرنے والا واحد لیڈر ہے۔ لال مسجد کا خونی اور اندوہناک ڈراما رچایا۔ خود ہی

مسئلہ پیدا کیا، پھر ایک نام نہاد فوجی آپریشن کے ذریعے مسجد کے اندر خونریزی کی، عورتوں اور بچوں کا قتل عام کیا۔ پاکستان کے شہریوں کو اُٹھا اُٹھا کر امریکہ کے حوالے کیا۔ یہاں تک کہ پاکستان کی ذہین فطین بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو بھی امریکہ کے حوالے کر دیا جو آج بھی امریکہ کی جیل میں موت سے بدتر زندگی گزار رہی ہیں۔ ہٹ دھرمی، ڈھٹائی اور بے شرمی کی حد یہ ہے کہ بڑے فخر سے اپنی کتاب میں لکھا کہ میں نے لوگوں کو امریکہ کے حوالے کر کے ڈالر کمائے۔

مشرف نے نام نہاد روشن خیالی کے ذریعے پاکستان میں معاشرتی تباہی مچائی۔ آرٹ کے نام پر عریانی اور بے حیائی کی پشت پناہی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ مشرف نے سوسائٹی میں ایسا گند پھیلایا جس کی سڑاند سے آج بھی معاشرہ بُری طرح متاثر ہے۔ یہ ہے مشرف کے جرائم کی طویل فہرست جس سے چند ایک کی ہم نے نشان دہی کی ہے۔

ہم حیران ہیں کہ ان سب جرائم کو نظرانداز کر کے ایک ایسے جرم میں اُسے سزا سنائی گئی جو مقدمہ بھی غلط انداز میں قائم کیا گیا اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ انتقامی کارروائی کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تجزیہ نگار اُس وقت سخت امتحان اور آزمائش میں ہوتا ہے جب وہ کسی شخص کے اعمال کی وجہ سے ذہنی اور قلبی طور پر اُس کے سخت مخالف ہوتا ہے۔ لیکن معاشرے میں یا کسی مقتدر ادارے کی طرف سے اُس سے کسی اور پہلو سے زیادتی ہو رہی ہو اور انصاف کے تقاضے پورے نہ ہو رہے ہوں تو وہ اپنی تمام تر مخالفت اور نفرت کو پس پشت ڈال کر یہ تسلیم کرے اور اُس کا ببانگ دہل اعلان کرے کہ اس معاملے میں، میں اِس سے ناانصافی ہوتے دیکھ رہا ہوں۔

ایک جج صاحب نے یہ تحریر کر کے کہ اگر مشرف پھانسی پا لینے سے پہلے فوت ہو جائے تو اُس کی لاش کو گھسیٹ کر ڈی چوک لایا جائے اور اُس کی لاش کو پھانسی دی جائے اور تین دن تک اُس کی لاش سولی پر لٹکتی رہے۔ یہ عمل غیر قانونی اور غیر آئینی ہی نہیں غیر شرعی بھی ہے۔ اس جملے نے سارے فیصلے کو نہ صرف مشکوک بنا دیا بلکہ عوامی سطح پر مشرف کے لیے کسی قدر ہمدردی بھی پیدا کر دی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مشرف نے آئین شکنی 12 اکتوبر 1999ء کو کی تھی جبکہ مقدمہ دائر کیا گیا 3 نومبر 2007ء کو ایمرجنسی لگانے پر اور اِس حوالے سے موقف یہ اختیار کیا گیا کہ 1999ء کے مارشل لاء پر مقدمہ اِس لیے نہیں چل سکتا تھا کہ PCO ججز نے اُس کے مارشل لاء کو جائز قرار دے دیا تھا اور 2003ء کی اسمبلی نے اُس کے جائز ہونے پر مہر تصدیق ثابت کر دی تھی۔ ہمارا اعتراض یہ ہے کہ کیوں نہ مشرف کی پوری کابینہ، وہ ججز جنہوں نے مارشل لاء کو جائز قرار دیا تھا اور وہ اسمبلی جس نے مہر تصدیق ثبت کی تھی سب کو کٹہرے میں لایا جائے کیونکہ سب برابر کے مجرم ہیں۔ سب نے مل کر جرم کیا تھا پھر یہ کہ 3 نومبر 2007ء کو جو ایمرجنسی لگائی تھی جس کی بنیاد پر اُسے سزائے موت دی گئی ہے، اُس وقت تو یہ قانون ہی موجود نہ تھا کہ ایمرجنسی لگا کر آئین کے کچھ حصوں کو معطل کرنا بھی آرٹیکل 6 کے تحت جرم ہے، یہ تو اٹھارویں ترمیم میں 2010ء میں کیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ آج اگر چور کی سزا ہاتھ کاٹنا طے ہو جائے تو کیا دس سال پہلے جس شخص نے چوری کی تھی، کیا اُس کے بھی نئے قانون کے تحت ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

یہ خصوصی عدالت آئین اور قانون کے تحت قائم کی گئی۔ لہٰذا ہمیں تبصرہ کرتے ہوئے پاکستان کے آئین اور قانون کے تناظر میں بات کرنا ہوگی۔ پاکستان میں پارلیمانی طرزِ حکومت ہے۔ لہٰذا وزیراعظم، چیف ایگزیکٹو اور صدر ریاست کا آئینی سربراہ ہے۔ فیصلے کابینہ وزیراعظم کی سربراہی میں کرتی ہے۔ وزیراعظم کابینہ کے فیصلوں کے مطابق صدر کو مشورہ دیتا ہے اور صدر وزیراعظم کے مشورے کا پابند ہوتا ہے۔ گویا تمام فیصلوں کا بوجھ وزیراعظم اور اُس کی کابینہ پر ہوتا ہے۔ یہ مقدمہ اور اس پر سنائی گئی سزا اِن سب کے لیے ہونی چاہیے تھی۔ ایک شخص کو فوکس کر لینا اور باقی سب کو عام معافی دینا یا اُنہیں مقدمہ سے باہر رکھنا، ہمارے قانون کے تحت غلط ہے۔

خصوصی عدالت کا مختصر فیصلہ سنانے کا کوئی تصور نہیں۔ پھر یہ کہ ہماری عدلیہ کی تاریخ میں کوئی مثال ہی نہیں ملتی کہ کسی کے خلاف ٹرائل بھی اُس کی غیر موجودگی میں چلایا جائے اور فیصلہ بھی غیر موجودگی میں سنا دیا جائے۔ یہ عذر ناقابل قبول ہے کہ وہ پاکستان آنے کو تیار نہ تھا۔ ملزم کو عدالت میں حاضر کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ سوال یہ ہے کہ نظریہ ضرورت پر آئین شکن کی حکومت تسلیم کرنے والی اور اُسے آئین میں ترمیم کا حق دینے والی عدلیہ کسی آئین شکن کو کیسے سزا دے سکتی ہے۔ یاد رہے آج بھی ہماری عدلیہ کے سربراہ آصف سعید کھوسہ پی سی او جج ہیں اور ڈکٹیٹر پرویز مشرف کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والے افتخار چودھری بھی PCO جج تھے اور وہ اس بینچ کا حصہ تھے جنہوں نے مشرف کے مارشل لاء کو مشرف با آئین و قانون کیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان جو ہر وقت کسی نہ کسی بحران کا شکار رہتا ہے اور یہ جو ادارے پاکستان میں موقع بہ موقع ایک دوسرے کے خلاف مورچہ زن نظر آتے ہیں اور یہ جو ہماری نظریاتی آوارہ گردی اور نظریاتی دربدری ہے اس کے حوالے سے فیصلہ کن بات یہ ہے کہ یہ نظام غلط ہے، ظالمانہ ہے، استحصالی ہے اور جب تک اس نظام سے نجات حاصل نہیں ہوتی ہم صراطِ مستقیم پر گامزن نہیں ہو سکتے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کا ایک ناگزیر تقاضا

(سورۃ الصّف کے پہلے رکوع کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں تنظیم اسلامی کے ناظم تعلیم وتربیت محترم خورشید انجم کے 13 دسمبر 2019ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

قارئین محترم! گزشتہ شمارے میں ہم نے سورۃ الصّف کی آیت 9 کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کو سمجھنے کی کوشش کی تھی۔ اس لیے کہ جب ہم آپ ﷺ کے مشن اور مقصد کو نہیں سمجھیں گے تو آپ ﷺ سے ہماری محبت کے تمام تر دعوے بے نبیاد ثابت ہوں گے۔ آج ان شاء اللہ ہم اسی مقصد سے وابستہ ایک لازمی تقاضے کا مطالعہ سورۃ الصّف کے پہلے رکوع کی روشنی میں کریں گے۔ فرمایا:

''تسبیح کرتی ہے اللہ کی ہر وہ شے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے' اور وہ بہت زبردست ہے' کمال حکمت والا۔'' (الصّف:1)

تسبیح کے لغوی معنی ہیں کسی شے کو اس کے اصل مقام پر برقرار رکھنا، جبکہ اصطلاحی معنی ہے پاکی بیان کرنا۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ ہر عیب، نقص، احتیاج اور کمزوری سے پاک ومبرا ہے۔ کائنات کی ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے کہ جب وہ اللہ کی تسبیح کرتے تھے تو چرند پرند یہاں تک کہ پہاڑ بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے۔ آگے فرمایا:

''اے مسلمانو! تم کیوں کہتے ہو وہ جو کرتے نہیں ہو؟'' (الصّف:2)

یہ انداز جھنجوڑنے والا ہے کہ اے مسلمانو تمہارے دعوے کچھ اور ہیں لیکن تمہارا عمل کچھ اور ہے۔ یعنی تمہارا دعویٰ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کا ہے لیکن تمہارا عمل اس کے خلاف ہے۔ تم کتنی اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتے ہو یہ تمہارے عمل سے ظاہر ہونا چاہیے کہ تمہاری زندگی میں نبی اکرم ﷺ کا کتنا اتباع ہو رہا ہے۔ جو نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا مشن تھا کیا تمہاری زندگی کا وہ مشن ہے؟ گویا مسلمانوں کو جھنجوڑا جا رہا ہے کہ تمہارے قول وفعل کا تضاد اللہ کی بے زاری کی کیفیت کو بڑھا رہا ہے۔

''بڑی شدید بے زاری کی بات ہے اللہ کے نزدیک کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔'' (الصّف:3)

جب کوئی شخص توقع پر پورا نہ اُتر رہا ہو تو انسان کو غصہ آتا ہے لیکن کسی شخص سے کسی خیر کی کوئی توقع ہی نہ ہو تو پھر وہاں بے زاری کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ آگے فرمایا:

مرتب: ابو ابراھیم

''اللہ کو تو محبوب ہیں وہ بندے جو اُس کی راہ میں صفیں باندھ کر قتال کرتے ہیں' جیسے کہ وہ سیسہ پلائی دیوار ہوں۔''

اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کے دعوے میں سچے وہی لوگ ہیں جو اللہ کے دین کی خاطر اپنی جان تک قربان کرنے پر تیار رہتے ہیں، اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور وہی لوگ اللہ کو محبوب ہیں۔ ان کے بارے میں فرمایا: ''جنہیں اللہ محبوب رکھے گا اور وہ اُسے محبوب رکھیں گے' وہ اہل ایمان کے حق میں بہت نرم ہوں گے' کافروں پر بہت بھاری ہوں گے' اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی خوف نہیں کریں گے۔'' (المائدہ:54)

اللہ کی محبت کیا ہے؟ دین کی توفیق مل جانا، دین کے کام کی توفیق مل جانا، دین کی طرف چل پڑنا، اللہ کی طرف رجوع ہو جانا، انابت ہو جانا یہی اللہ کی محبت کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ سورۃ الحج کے آخر میں فرمایا:

﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾ ''اُس نے تمہیں چُن لیا ہے'' (الحج:78)

یعنی اللہ نے تم کو چن لیا ہے۔ اب اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے اس انتخاب کو تم صحیح ثابت کرو۔ یعنی دین کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو یہاں تک کہ اگر دین کی خاطر جان کی قربانی دینی پڑے تو اس سے بھی گریز نہ کرو۔ جہاد کی مختلف منزلیں ہیں۔ اپنے نفس کے خلاف جہاد، شیطان لعین کی ریشہ دوانیوں کے خلاف جہاد، پھر معاشرے میں برائی کے خلاف مزاحمت اور اس کے خلاف آواز بلند کرنا، دین کی دعوت اور اس کی نشر واشاعت، دین کو پھیلانا، امر بالمعروف، نہی عن المنکر یہ سب جہاد کی منزلیں ہیں اور شہادت علی الناس کی ذمہ داری ادا کرنا بھی ایک جہاد ہے اور جہاد کی آخری منزل یہ ہے کہ سر ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں نکل جاؤ۔ یہاں جہاد اپنے آخری مرحلے میں پہنچ جاتا ہے۔ ان لوگوں سے پھر اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، قتال کرتے ہیں۔ سورۃ البقرہ کی آیت 177 کے اندر یہ بات آچکی ہے کہ ہر دین کے اندر کوئی نہ کوئی نیکی کا اعلیٰ تصور ہوتا ہے۔ کہیں یہ اعلیٰ تصور یہ ہے کہ غاروں میں چلے جاؤ، کہیں صحراؤں کے اندر چلے جاؤ، جنگلوں میں جا کر تپسیائیں اور ریاضتیں کرو۔ جبکہ اسلام کے اندر نیکی کا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے جس کے بارے میں فرمایا:

''اور خاص طور پر صبر کرنے والے فقر وفاقہ میں' تکالیف میں اور جنگ کی حالت میں۔ یہ ہیں وہ لوگ جو سچے

ہیں۔'' (البقرۃ:177)

ایسے ہی سچے لوگوں سے اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے۔فرمایا:

''یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں اہل ایمان سے ان کی جانیں بھی اور ان کے مال بھی اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔وہ جنگ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں' پھر قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔یہ وعدہ اللہ کے ذمے ہے سچا' تورات' انجیل اور قرآن میں۔اور اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو وفا کرنے والا کون ہے؟ پس خوشیاں مناؤ اپنی اس بیع پر جس کا سودا تم نے اس کے ساتھ کیا ہے۔اور یہی ہے بڑی کامیابی۔'' (التوبۃ:111)

یہ جہاد کی اعلیٰ منزل ہے کہ انسان اللہ کی راہ میں سر ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں نکل پڑے اور شہادت کا مرتبہ پائے۔اس کی تمنا ہر مومن کے دل میں ہونی چاہیے۔اگر اللہ کی راہ میں جہاد اور شہادت کی تمنا نہیں ہے تو پھر نبی اکرم ﷺ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا:

''جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ اس نے اللہ کی راہ میں جنگ کی اور نہ ہی اس کے دل میں اس کی خواہش پیدا ہوئی تو اس کی موت ایک طرح کے نفاق پر ہوئی۔''

جبکہ جو اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے۔اس کے بارے میں قرآن میں اللہ نے فرمایا:

''اور مت کہو اُن کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں کہ وہ مردہ ہیں۔(وہ مردہ نہیں ہیں) بلکہ زندہ ہیں' لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں ہے۔'' (البقرۃ:154)

نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک ہے:

''میرے دل میں بڑی آرزو اور بڑی تمنا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں، پھر مجھے زندہ کیا جائے، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جائے، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔'' (صحیح بخاری)

دین اسلام کے اندر سب سے بڑی نیکی اللہ کی راہ میں اپنی گردن کٹا دینا ہے۔بقول اقبال ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

سورۃ الصف کی اگلی 5 تا 8 آیات میں مسلمانوں کے لیے بطور عبرت وہ حالات بیان کیے جا رہے ہیں جن سے بنی اسرائیل جہاد سے انکار کے بعد دوچار ہوئے۔خطاب بحیثیت مجموعی تمام مسلمانوں سے ہے۔فرمایا:

''اور یاد کرو جب کہ موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم کے لوگو! تم کیوں مجھے ایذا دے رہے ہو؟ جبکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔'' (الصف:5)

یہ بنی اسرائیل کے اس دور کا ذکر ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بذات خود ان کے درمیان موجود تھے اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو مختلف قسم کی اذیتوں سے دوچار کیا کچھ ایسی تھیں جو ذاتی اعتبار سے تھیں جن کا ذکر سورۃ الاحزاب کے آخری رکوع میں ہوا ہے۔لیکن یہاں جس ایذا کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے جو انہوں نے جہاد سے اعراض کر کے موسیٰ علیہ السلام کو پہنچائی۔اس کی تفصیل سورۃ المائدہ کے چوتھے رکوع کے اندر ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو لاڈلوں کی طرح رکھا اور ان کے لیے آسمان سے بھی من و سلویٰ اُترتا رہا اور اللہ نے ان کے لیے کتاب بھی نازل کی مگر ان ساری نعمتوں کے حاصل ہونے کے باوجود جب اللہ کے حکم پر موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فلسطین میں داخل ہونے کے لیے جہاد کی دعوت دی تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔جس پر موسیٰ علیہ السلام کے دل میں ان کے حوالے سے شدید رنج اور بےزاری کی کیفیت پیدا ہوئی۔فرمایا:

''موسیٰؑ نے عرض کیا پروردگار مجھے تو اختیار نہیں ہے سوائے اپنی جان کے اور اپنے بھائی (ہارونؑ کی جان) کے تو اب تفریق کر دے' ہمارے اور ان نافرمان لوگوں کے درمیان۔'' (المائدۃ:25)

سورۃ الصف کی اس آیت میں فرمایا:

''پھر جب وہ ٹیڑھے ہوگئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔اور اللہ فاسقوں کو (زبردستی) ہدایت نہیں دیتا۔'' (آیت:5)

یہ انتہائی اہم نکتہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا قانونِ ہدایت وضلالت بیان کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے اندر نیکی اور بدی کا شعور پیدا فطری طور پر رکھ دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''پس اس کے اندر نیکی اور بدی کا علم الہام کر دیا۔'' (الشمس:8)

ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ نیکی کیا ہے، بدی کیا ہے، خیر کیا ہے اور شر کیا ہے۔جب ہم غلط کام کر رہے ہوتے ہیں تو اس وقت ہمیں پتا ہوتا ہے کہ یہ غلط ہے لیکن اپنے تئیں کوئی تاویل بنا لیتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ﴾ ''ہم نے اس کو راہ سجھا دی''۔(الدھر:3)

اللہ تعالیٰ کسی کو زبردستی گمراہ نہیں کرتا لیکن جب انسان خود گمراہی کے راستے پر چل نکلے تو اللہ تعالیٰ اس کو چھوڑ دیتا ہے اور پھر وہ مقام آجاتا ہے جس کو سورۃ البقرۃ میں یوں بیان کیا گیا کہ: ''اللہ نے مہر کر دی ہے اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر۔اور ان کی آنکھوں کے سامنے پردہ پڑ چکا ہے۔'' (البقرۃ:7)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ داغ اور ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے اگر وہ توبہ کر لے تو دل صاف ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ گناہ پر گناہ کرتا جاتا ہے تو وہ سیاہی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ پورا دل کالا ہو جاتا ہے۔''

سورۃ المطففین میں فرمایا:

''نہیں! بلکہ (اصل صورتِ حال یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر زنگ آگیا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے۔'' (آیت:14)

سورۃ الصف میں آگے فرمایا:

''اور یاد کرو جب عیسیٰؑ ابن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف میں تصدیق کرتے ہوئے آیا ہوں اُس کی جو میرے سامنے موجود ہے تورات میں سے اور بشارت دیتا ہوا ایک رسول کی جو میرے بعد آئیں گے' ان کا نام احمد (ﷺ) ہوگا۔پھر جب وہ (عیسیٰ) آئے ان کے پاس واضح نشانیوں کے ساتھ تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔'' (آیت:6)

یہاں بنی اسرائیل کے دوسرے دور کا ذکر ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے حسی معجزات عطا کیے۔لیکن لوگوں نے ان معجزات کو جادو قرار دیا اور اس کے بعد آپ علیہ السلام کے جان کے درپے ہو گئے۔یہاں تک کہ اپنے تئیں انہوں نے ان کو سولی چڑھا دیا لیکن اللہ نے ان کو اپنی امان میں لے لیا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبی کریم ﷺ کے بارے میں پیشین گوئیاں موجود ہیں۔اسی بناء پر قرآن میں ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ﴾ ''وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی تھی پہچانتے ہیں اس کو جیسا کہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔'' (الانعام:20)

لیکن اس کے باوجود بنی اسرائیل نے آپ ﷺ پر ایمان لانے سے انکار صرف اس ضد اور حسد کی بنیاد پر کیا کہ آپ ﷺ کا نزول بنی اسرائیل میں سے کیوں نہ ہوا۔اسی طرح صحابہ کرامؓ کی بھی نشانیاں موجود تھیں۔امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس تشریف لائے تھے تو عیسائیوں نے آپؓ کی نشانیاں دیکھ کر ہی بیعت

المقدس کی چابیاں آپؓ کے حوالے کی تھیں۔ جب شام پر مسلمانوں نے حملہ کیا تو وہاں کے راہبوں نے کہا کہ یہ تو انہی اوصاف کے لوگ ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تھے۔ سورۃ الفتح کے آخر میں فرمایا:

﴿ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۣ ﴾ (الفتح:29) ’’یہ ہے ان کی مثال تورات میں۔ اور انجیل میں ان کی مثال یوں ہے۔‘‘

گویا کہ وہ سب کچھ جانتے تھے مگر اس کے باوجود محض ہٹ دھرمی اور ضد کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ آگے فرمایا:

’’اور اس سے ظالم کون کہ بلایا تو جائے اسلام کی طرف اور وہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔‘‘ (الصف:7)

بنی اسرائیل مدینہ میں اس انتظار میں آ کر آباد ہوئے تھے کہ وہاں ان کا آخری نبی آئے گا اور اسی بناء پر وہ اوس اور خزرج قبائل کو آخری نبی کی قیادت میں اپنے غلبے کی خبریں سنایا کرتے تھے۔ لیکن جب آپ ﷺ کا ظہور بنی اسماعیل میں سے ہوا تو وہ تکبر، حسد اور جھوٹ کی بناء پر آپ ﷺ کو ماننے سے انکاری ہو گئے۔ آگے فرمایا:

’’وہ تُلے ہوئے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونکوں) سے بجھا کر رہیں گے اور اللہ اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا‘ خواہ یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔‘‘ (الصف:7)

اس آیت میں بنی اسرائیل کی ان سازشوں کی طرف اشارہ ہے جو وہ تکبر میں آ کر اسلام کے خلاف کرنے لگے۔ وہ سازشیں اب تک جاری ہیں۔ قرآن کہتا ہے:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ﴾ ’’تم لازماً پاؤ گے اہل ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن یہود کو اور ان کو جو مشرک ہیں۔‘‘ (المائدۃ:82)

آج یہودی اور مشرک (ہنود) اسلام کے سب سے بڑے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ قرآن یہود کے بارے میں شہادت دیتا ہے کہ:

﴿لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ۭ﴾ ’’یہ کبھی اکٹھے ہو کر تمہارے خلاف جنگ نہیں کریں گے‘ سوائے اس کے کہ قلعہ بند بستیوں میں (رہ کر لڑیں) یا دیواروں کے پیچھے سے۔‘‘ (الحشر:14)

آج بھی ان کی یہی کیفیت ہے۔ پہلے تاج برطانیہ کا ان کے اوپر دست شفقت تھا، آج وہ امریکہ کے لے پالک بنے ہوئے ہیں۔ عراق کی جنگ کے بارے میں امریکہ نے کہا تھا کہ یہ ہم اسرائیل کے لیے لڑ رہے ہیں۔ آج بھارت بھی اسرائیل کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے اور کھل کر اسلام دشمنی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ گویا یہود خود کبھی سامنے نہیں آئیں گے، چھپ چھپ کر سازشوں کے ذریعے سے اسلام کو مٹانے کی کوشش کریں گے۔ جیسے ظفر علی خان نے تھا کہ:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

وہ سازشیں کرتے رہیں گے لیکن بالآخر دین غالب اور نافذ ہو کر رہے گا۔ نبی اکرم ﷺ کی بے شمار احادیث کے مطابق آخری دور میں اسلام کا غلبہ ہو کر رہے گا۔

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

اللہ تعالیٰ کی مدد اہل ایمان کے ساتھ ہوتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ اہل ایمان اپنے اختیار میں جو کچھ ہے وہ کر گزریں۔ یہ نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا رہیں۔ فرمایا:

﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ ’’اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔‘‘ (محمد:7)

ہم اللہ کے دین کے غلبہ کی جدوجہد کریں گے تو اللہ کی مدد آئے گی۔ جیسے شاعر نے کہا:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

فضائے بدر پیدا کرنے کے لیے ہمیں ان تمام مراحل سے گزرنا پڑے گا جو منہج انقلاب نبوی کا حصہ ہیں۔

خدا کے کام دیکھو بعد کیا ہے، کیا پہلے
نظر آتا مجھ کو بدر سے غار حرا پہلے

غار حرا والے مراحل پہلے طے کرنے پڑیں گے پھر غزوۂ بدر والے مراحل طے ہو سکیں گے۔ یعنی پہلے ہم اپنے اندر اسلام کو پکا کریں گے تو پھر بدر میں اللہ کی مدد آئے گی۔

سورۃ الصف کے اس پہلے رکوع میں بنی اسرائیل کا ذکر کر کے اصل میں مسلمانوں کو جھنجوڑا گیا ہے کہ جس طرح انہوں نے جہاد و قتال سے اعراض کی روش اختیار کر کے اللہ کی ناراضگی اور غضب مول لیا تھا کہیں تم بھی اسی راہ پر نہ چل نکلو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس انجام بد سے بچائے اور نبی اکرم ﷺ کے مشن کو اپنا مشن بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❀❀❀

تنظیم اسلامی میں نائب امیر کا تقرر

امیر محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کی بیماری جو کہ جسمانی عوارض و کمزوری کے ساتھ ساتھ کسی درجہ میں یادداشت میں کمزوری پر مشتمل ہے، کا علاج معالجہ جاری ہے اور رفقاءِ تنظیم کی دعاؤں کی بدولت اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ جلد صحت یاب ہو جائیں گے (ان شاء اللہ!)۔ لیکن اس بیماری کی وجہ سے تنظیمی امور کی انجام دہی میں تاخیر ہو رہی تھی، لہٰذا مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 12 دسمبر 2019ء میں مشورہ کے بعد امیر محترم نے فیصلہ فرمایا ہے کہ کچھ عرصہ تک وہ تنظیمی سرگرمیوں بالخصوص اجتماعی پروگراموں میں اپنی شرکت کو محدود کر دیں گے۔

دریں اثناء انہوں نے دستور کی دفعہ نمبر 2 شق (ب) کے تحت محترم اعجاز لطیف کو تنظیم اسلامی کا نائب امیر مقرر فرمایا ہے تا کہ تمام تنظیمی امور کم سے کم خلل کے ساتھ بروقت ادا کیے جا سکیں اور وہ خود یکسو ہو کر اپنی صحت کی بحالی پر توجہ دے سکیں۔

تمام ذمہ داران سے اس موقع پر بھرپور تعاون اور تمام رفقاء سے امیر محترم کی شفاء عاجلہ، کاملہ و مستمرہ کے لیے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

خطاب بہ جاوید

31

سخنے بہ نژادِ نو
نئی نسل سے کچھ باتیں

102 کثرتِ نعمت گداز از دل برد	ناز می آرد نیاز از دل برد!

پُرتعیش طرزِ زندگی یعنی مال و اسباب کی کثرت دل سے سوز (حق کے لیے جلنا، درد) ختم کر دیتی ہے اس سے دل میں ناز (تمکنت و غرور) آجاتا ہے نیاز اور انکساری جاتی رہتی ہے

103 سالہا اندر جہاں گردیدہ ام	نم بچشمِ مُنعماں کم دیدہ ام!

میں زندگی بھر سالہا سال محوِ سفر رہا ہوں (مشرق و مغرب دیکھا ہے) میں نے دولت مند اور آسودہ حال لوگوں کی آنکھ میں نمی (آنسو) بہت کم دیکھی ہے

من فدائے آنکہ درویشانہ زیست
104 وائے آں کو از خدا بیگانہ زیست!

(اے جان پدر! اگر تم بھی درویشانہ زندگی گزارو تو) میری جان! درویشانہ زندگی گزارنے والے پر فدا ہے افسوس ہے اس شخص پر جو (دردِ دل اور چشمِ نم سے عاری) پرتعیش زندگی گزارتا ہے

102۔ پرتعیش طرزِ زندگی یعنی نعمتوں کی کثرت کی خواہشیں کرنا اور اُن کو جمع کرنے کی جدوجہد میں جت جانا دل سے نرمی، دردمندی اور دکھی انسانیت سے ہمدردی کی دولت چھین لیتا ہے۔ انسان بعض مراسمِ عبودیت (تسبیح، نماز، حج، عمرہ، دین داری) کے باوصف دین کی 'روح' سے دور ہوتا جاتا ہے۔ اس کی شخصیت اور رویوں میں 'ناز' (تمکنت، غرور، دوسروں سے برتر ہونے کا تصور) آجاتا ہے اور دل (شخصیت) سے نیاز یعنی عاجزی، انکساری اور اللہ کا بندہ ہونے کی یاد اور احساس آہستہ آہستہ ختم ہو جاتا ہے۔

103۔ اے جانِ پدر! میں نے زندگی بھر مشرق و مغرب کے اسفار کیے ہیں اہلِ دل، عوام، اشرافیہ (امیر، تاجر، رؤسا، راجے مہاراجے اور حکمران ارب پتی لوگ) سے رابطہ رہا ہے مگر میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ دل کی نرمی، عاجزی، انسان دوستی، خدمت خلق اور محرومین سے ربط و ضبط اس طبقے میں عنقا ہے اور معدوم کے درجے میں ہے اور اس دنیا پرستی اور وسائل دنیا کی کثرت کی موجودگی نے ان کی آنکھ سے 'نمی' (آنسو) چھین لی ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ اپنے خالق و مالک کے سامنے عاجزی اور لجاجت سے دعا کی لذت سے بہرہ یاب ہیں ☆ اور نہ ہی انسانی ہمدردی کے جذبات سے سرشار۔

104۔ اے مسلمان نوجوان! وسائل رزق کا مناسب حد تک ہونا کہ انسان کو کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرنا پڑے، انسان کی ضرورت ہے کہ انسان سفرِ زندگی میں اپنے اعلیٰ مقصدِ حیات کے لیے یکسو ہو کر لگا رہتا ہے لیکن دنیاوی سہولتوں کو مقصودِ حیات بنا لینا اور اس کا غلام بن جانا یہ بہت بڑی محرومی اور اُخروی خسارہ ہے۔ میں تو ہر اُس شخص کا دیوانہ اور فدائی ہوں جو دنیا میں درویشانہ زندگی بسر کرتا ہے میں اس کی ہمت، حوصلہ، قوت ارادی، اللہ پر بھروسا اور ایمان و یقین کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

افسوس اس شخص پر ہے جو پرتکلف زندگی اختیار کر کے خدا سے بے گانہ ہو کر زندگی گزارتا ہے بڑا ہی قابل افسوس معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تعیش کی زندگی سے بچائے اور درویشی کی زندگی عطا فرمائے۔ ❶

❶ ماثور دُعا میں آپ ﷺ کی اپنے رب کے سامنے عاجزی کی مثال

1۔ ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَ ابْنُ عَبْدِکَ وَ ابْنُ اَمَتِکَ فِیْ قَبْضَتِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَائُکَ، اَسْئَلُکَ بِکُلِّ اسْمٍ ھُوَ لَکَ......)) (عبداللہ ابن مسعود ؓ، مسند احمد)

''اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں تیرے ایک ناچیز غلام اور ادنیٰ کنیز کا بیٹا ہوں مجھ پر تیرا ہی کامل اختیار ہے اور میری پیشانی تیرے ہی ہاتھ میں ہے نافذ ہے۔ میرے بارے میں تیرا ہر حکم اور عدل ہے میرے معاملے میں تیرا ہر فیصلہ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں تیرے ہر اس پاک نام کے واسطے سے............''

سفر طائف سے واپسی پر دُعا

2۔ ((اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَ قِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَ ھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ اِلٰی عَدُوٍّ یَتَجَھَّمُنِیْ اَمْ اِلٰی قَرِیْبٍ مَلَّکْتَہٗ اَمْرِیْ اِنْ لَّمْ تَکُنْ سَاخِطًا عَلَیَّ فَلَا اُبَالِیْ غَیْرَ اَنَّ عَافِیَتَکَ اَوْسَعُ لِیْ.........))

''اے اللہ، میں تیرے ہی حضور اپنی بے بسی و بے چارگی اور لوگوں کی نگاہ میں اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا کسی دشمن کے حوالے جو مجھ سے درشتی کے ساتھ پیش آئے؟ یا کسی قریبی کے حوالے جو مجھ پر قابو پالے؟ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی مصیبت کی پرواہ نہیں، مگر تیری طرف سے عافیت مجھے نصیب ہو جائے تو اس میں میرے لیے زیادہ کشادگی ہے۔............''

1971ء کا سانحہ اس لیے پیش آیا کہ جس چیز نے ہمیں جوڑا تھا اس کو ہم نے چھوڑ دیا۔ یعنی جب اسلام عملی لحاظ سے اس ریاست میں قائم نہیں ہوا تو ظاہر ہے اس خلا کو صوبائی عصبیتوں نے پُر کیا اور نتیجہ میں ملک دولخت ہو گیا: ایوب بیگ مرزا

ہمیں ریاست کی سطح پر ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا ہوگا جہاں لوگوں کو عدل اجتماعی کی بنیاد پر حقوق مل سکیں تب ہی ہم سقوط مشرقی پاکستان جیسے سانحات سے بچ سکتے ہیں: ڈاکٹر عطاء الرحمان عارف

سقوط مشرقی پاکستان: ہمارے لیے سبق؟ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

عطاء الرحمان عارف: 16 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہو گیا۔ سب سے پہلے ہم جائزہ لیں گے کہ کیا ایسا ملک قائم کرنا جس کے دو حصوں میں ہزار میل کا جغرافیائی فصل تھا، ایک غلط فیصلہ نہیں تھا؟

ایوب بیگ مرزا: یہ تاریخ کا انوکھا واقعہ ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا ملک قائم ہوا جس کے دو حصوں میں ہزار میل کا جغرافیائی فصل تھا اور درمیان میں ایک ایسا دشمن ملک تھا جو اس ملک کے قیام کا ہی مخالف تھا۔ مشرقی پاکستان خالصتاً بنگال پر محیط تھا جبکہ مغربی پاکستان کے چار حصے تھے سندھ، سرحد، بلوچستان اور پنجاب۔ بنگالیوں کا معاملہ یہ تھا کہ مغربی پاکستان کے کسی حصے کے ساتھ ان کی کوئی قدر مشترک نہیں تھی۔ یعنی زبان، کلچر، بودوباش، طرز زندگی غرض کوئی شے مشترک نہیں تھی۔ لیکن اس کے باوجود یہ ملک کیوں وجود میں آیا؟ اس کا سیدھا جواب یہی ہے کہ ان کا مذہب ایک تھا جو مغربی پاکستان والوں کے ساتھ ملتا تھا اور یہ ان لوگوں کے لیے بہت بڑا سوالیہ نشان ہے جن کا دعویٰ ہے کہ پاکستان معاشی بنیاد پر قائم ہوا۔ یعنی ہندوؤں نے چونکہ مسلمانوں کو معاشی لحاظ سے کارنر کیا ہوا تھا اس لیے ایک علیحدہ ملک قائم ہوا۔ اگر ایسی بات تھی تو بنگال ایک الگ ملک ہوتا اور مغربی پاکستان الگ ملک ہوتا۔ لیکن یہ ایک ملک بنا اس لیے کہ دونوں حصوں کا مذہب اسلام تھا۔ لہٰذا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کا ایک ہونا مذہب کی بنیاد پر تھا۔ پھر 1971ء کا سانحہ بھی اس لیے پیش آیا کہ جس چیز نے ہمیں جوڑا تھا اس کو ہم نے چھوڑ دیا۔ یعنی جب اسلام عملی لحاظ سے اس ریاست میں قائم نہیں ہوا تو ظاہر ہے کہیں خلا نہیں رہ سکتا تھا لہٰذا نتیجے کے طور پر صوبائی عصبیتیں سامنے آئیں اور ملک دولخت ہو گیا۔ اگر یہاں اسلام بحیثیت نظام آچکا ہوتا تو بنگالیوں کے پاس الگ ہونے کے لیے کوئی عذر نہ ہوتا۔

عطاء الرحمان عارف: اس کو اگر ہم تاریخی لحاظ سے دیکھیں تو 1905ء میں تقسیم بنگال ہوئی۔ اس وقت ہندو مصرین و دانشور کہتے تھے کہ ہم مذہبی طور پر دو مختلف طبقات سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ہماری زبان و کلچر ایک ہے لیکن اس بات کو اس زمانے کے مسلمان دانشور تسلیم نہیں کرتے تھے اور وہ اس علیحدگی کے حامی تھے۔ اگرچہ وہ

مرتب: محمد رفیق چودھری

ایک انتظامی علیحدگی تھی لیکن جب بنگال مشرقی بنگال اور مغربی بنگال میں تقسیم ہو گیا تو اس کا فائدہ معاشی اور مذہبی طور پر مسلمانوں کو پہنچا۔ یہ دوسری بات ہے کہ چند ماہ بعد ہی بنگال کے وکلاء، ڈاکٹرز اور پروفیسرز (جن کی اکثریت ہندوؤں کی تھی) نے ایک طویل جدوجہد شروع کی جس کے نتیجے میں وائسرائے نے فیصلہ واپس لے لیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسلام کے نام پر جتنی تحریکات چلی ہیں وہ بنگال سے چلیں۔ ٹیپو سلطان کا میسور والا واقعہ، حاجی شریعت اللہ کی تحریک، دودو میاں کی تحریک وغیرہ یہ ساری تحریکیں بنگال سے اٹھی ہیں۔ پھر 1906ء میں مسلم لیگ بھی ڈھاکہ میں بنتی ہے۔ یعنی بنگالیوں کا ہمیشہ ایک مثبت کردار رہا ہے۔ پھر وہ ہم سے الگ کیوں ہو گئے؟ یہ سانحہ یکلخت پیش آ گیا یا تدریجی واقعات نے پاکستان کو اس انجام تک پہنچایا؟

ایوب بیگ مرزا: جب 1940ء میں لاہور میں قرارداد منظور ہوئی تھی تو اس میں پاکستان کا نام ہی نہیں تھا بلکہ مسلم ریاستوں کا ذکر تھا کہ ہندوستان کے ان علاقوں میں مسلمان ریاستیں قائم کی جائیں گی جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ یعنی اس وقت مسلمانوں اور ہندوؤں میں وہ بداعتمادی پیدا نہیں ہوئی تھی لیکن جوں جوں وقت گزرتا چلا گیا یہ بداعتمادی بڑھتی چلی گئی۔ بہرحال یہ بات ہمیں تسلیم کر لینی چاہیے کہ برصغیر میں اصل مسئلہ دوقومی نظریہ کا مسئلہ تھا، یعنی دو بڑی قومیں تھیں جن کا آپس میں تصادم تھا۔ مسلمان ہندوؤں کے مقابلے میں کم تھے لیکن چونکہ مسلمانوں نے ہندوستان پر ایک طویل عرصہ تک حکومت کی تھی لہٰذا اس حوالے سے ہندوؤں میں ایک تعصب تھا کہ مسلمانوں نے ہمیں اپنا محکوم بنائے رکھا۔ حالانکہ مسلمان حکمرانوں نے کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ اپنی طاقت کے زور پر مسلمان اقلیت کو مسلمان اکثریت میں بدل دیا جائے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ جب پاکستان بنا تو مسلمانوں کے پاس علاقے کم آئے اور پاکستان بھارت کے مقابلے میں بہت چھوٹا بنا۔ کیونکہ حکمرانوں نے اپنے زور بازو سے کبھی ہندوؤں کو مسلمان بنانے کی کوشش نہیں کی بلکہ قرآنی آیت ﴿لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قف﴾ ”دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔“ پر سختی سے عمل کیا۔

عطاء الرحمان عارف: آپ کے نزدیک سانحہ مشرقی پاکستان کا اصل ذمہ دار کون تھا؟

ایوب بیگ مرزا: اس سانحہ کی بحیثیت مجموعی ساری قوم ذمہ دار ہے۔ 1971ء میں جب یہ سانحہ پیش آیا تو اس وقت حکومت فوج کی تھی اور ملکی سرحدوں کو برقرار رکھنا بھی فوج کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا آپ فوج کو اس الزام سے بری نہیں کر سکتے۔ اس وقت کے حالات کا جائزہ لیں تو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر یحییٰ خان تھے جبکہ سیاسی جماعتوں میں ایک طرف عوامی لیگ تھی اور دوسری طرف پیپلز پارٹی تھی۔ ایک کو مجیب الرحمٰن لیڈ کر رہا تھا اور دوسری کو ذوالفقار علی بھٹو لیڈ کر رہے تھے۔ اگر دیکھا جائے تو اس معاملے میں باقاعدہ فوج سے مل کر ڈنڈی ماری گئی ہے اور ہمیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ فوجی سربراہ کی نیت میں بھی

فتور تھا۔ چونکہ عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں اکثریت حاصل کی تھی بلکہ سویپ کیا تھا جبکہ دوسری طرف پیپلز پارٹی نے مغربی پاکستان میں اکثریت حاصل کی تھی اور نظر بھی آرہا تھا کہ یحییٰ خان اور بھٹو مل کر کھلواڑ کر رہے ہیں۔ یحییٰ خان نے اسمبلی کا اجلاس کیوں ملتوی کیا؟ ظاہر ہے اس لیے کہ بھٹو نے مینار پاکستان جلسے میں کہا تھا کہ جو اجلاس کے لیے ڈھاکہ گیا میں اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔ پھر ''ادھر تم ادھر ہم'' کا نعرہ بھی لگایا گیا۔ لیکن آج پیپلز پارٹی اس کی تردید کرتی ہے کہ یہ بھٹو نے نہیں کہا تھا۔ لیکن میری رائے میں کہا تھا۔ یہ بھی واضح ہے کہ اس نے اسمبلی کا اجلاس نہیں ہونے دیا تھا۔ پھر وہ قانون ساز اسمبلی کا اجلاس نہیں تھا بلکہ آئین ساز اسمبلی کا اجلاس تھا اور اس میں بھی یحییٰ خان نے بدنیتی کا کام کیا کہ ایل ایف او جاری کر دیا کہ اگر آپ نے ایک سو بیس دنوں میں آئین نہیں بنایا تو اسمبلی خود بخود ٹوٹ جائے گی۔ لہٰذا یحییٰ خان بحیثیت چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر خلوص کے ساتھ اقتدار منتقل ہی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف وہ ذوالفقار علی بھٹو کے ہاتھوں میں کھیل رہا تھا۔ اصولی طور پر ذوالفقار علی بھٹو کا اپوزیشن میں بیٹھنا بنتا تھا کیونکہ جب مجیب الرحمان زیادہ سیٹیں حاصل کر کے آیا تھا تو حکومت بنانے کا حق اسی کو تھا لیکن بھٹو صاحب نے بالکل نامناسب بیان دیا کہ ہم نے اپوزیشن میں بیٹھنے کے لیے انتخابات نہیں جیتے۔ بدقسمتی سے ہمارے سیاستدانوں کو اقتدار کا نشہ جس بری طرح چڑھتا ہے وہ کسی دوسری قوم کے سیاستدانوں میں نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بھی اقتدار کی خواہش کا نتیجہ تھا۔

عطا الرحمان عارف: ایوب دور میں 1962ء میں آئین بنتا ہے تو اس وقت سرکاری زبان اور Parity کا ایشو سامنے آیا۔ اس وقت پاکستان کا دارالحکومت کراچی سے اسلام آباد منتقل ہو چکا تھا۔ کیا اس وقت وفاقی حکومت نے بنگالیوں کو ان کا حق دینے سے انکار کیا کہ وہ لوگ جو پہلے تحریک پاکستان کا حصہ تھے ان میں بداعتمادی پیدا ہوئی؟ کیونکہ ذوالفقار علی بھٹو تو بعد میں آئے ہیں۔ ایوب خان کے دور میں مشرقی پاکستان میں بہت زیادہ ترقیاتی کام ہوئے جن کی نشانیاں آج بھی موجود ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کو سیاسی طور پر حق نہ دینا بھی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بنگال کے سیاسی راہنما حسین شہید سہروردی شیخ مجیب کے سرپرست تھے۔ البتہ ان کے انتقال کے بعد وہ پھر مانک شاہ کے کنٹرول میں چلا گیا۔

ایوب بیگ مرزا: اس میں کوئی شک نہیں کہ ایوب خان نے وہاں بہت زیادہ ترقیاتی کام کروائے لیکن اس سے بھی ایک غلطی ہوئی۔ مشرقی پاکستان کے گورنر اعظم خان کا ان سارے کاموں میں بہت حصہ تھا۔ جس کی وجہ سے بنگالی عوام اس کو ہیرو کا درجہ دیتے تھے لیکن ایوب خان نے اعظم خان کو بنگال سے واپس بلا لیا بلکہ عہدے سے معزول کر دیا۔ جس پر بنگالی ناراض ہوئے تھے۔ لیکن وہی بات کہ اگر کوئی قوم یہ فیصلہ کر لے کہ ہماری بنیاد ایک نہیں ہے تو پھر آپ انہیں سونے کی طشتری میں کھانا کھلائیں تب بھی جب آزادی کا نعرہ لگتا ہے تو وہ تمام دوسری چیزوں کو ملیامیٹ کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر پاکستان نے آزاد کشمیر میں وہ ترقیاتی کام نہیں کروائے جو بھارت نے مقبوضہ کشمیر میں کروائے ہیں لیکن وہاں کتنی زوردار تحریک چل رہی ہے۔ اس لیے کہ ذہنی ہم آہنگی نہیں ہے۔ کیونکہ جب آزادی کا معاملہ آتا ہے تو انسان کے سامنے باقی تمام معاملات کمتر ہو جاتے ہیں۔

عطا الرحمان عارف: ایک رائے یہ ہے کہ شیخ مجیب الرحمان کی بغاوت کے پیچھے مقتدر حلقوں کی غلط پالیسیاں تھیں۔ تقسیم برصغیر کے وقت ہم نے پنجاب سے مکمل ہجرت والی پالیسی چلائی لیکن یہ پالیسی ہم نے بنگال اور سندھ میں نہیں چلائی۔ جس کی وجہ سے بنگال میں کالجز اور یونیورسٹیز ہندو پروفیسرز کی آماجگاہ بنی رہیں۔ ہم اس کو اس طرح کیوں نہیں دیکھتے کہ شیخ مجیب الرحمان کی بغاوت، مقتدر حلقوں سے اختلاف سے زیادہ کردار ہندو پروفیسرز کا تھا جنہوں نے ہمارے طلبہ کے دماغوں میں پروپیگنڈے کا زہر بھرا۔ میری رائے میں یہ بہت بڑی اور اہم وجہ ہے۔ کیونکہ پھر وہاں کے نوجوانوں نے وفاق کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا۔ آپ کے خیال میں زیادہ کردار کس کا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: سیاسی جماعتوں یا سیاستدانوں کا کردار بھی نمایاں ہے۔ کیونکہ قیام پاکستان کے بعد پہلا مارشل لاء 1958ء میں لگا تھا اس سے پہلے دس گیارہ سال اقتدار سیاستدانوں کے پاس رہا۔ آغاز میں لیاقت علی خان چار سال وزیراعظم رہے وہ چونکہ بانیان پاکستان میں شامل تھے اس لیے ان کا کردار متوازن تھا لیکن اس کے بعد سات سالوں میں سات حکومتیں تبدیل ہوئیں۔ اس کا مطلب ہے کہ سیاستدانوں نے صحیح کردار ادا نہیں کیا۔ ہمارے مقتدر حلقوں نے آغاز سے ہی ٹانگ اڑانی شروع کر دی تھی۔ اس کی بہت بڑی مثال لیاقت علی خان کے دور میں جنرل اکبر کی بغاوت تھی۔ جہاں تک شیخ مجیب الرحمان کا تعلق ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ مقتدر حلقوں نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا، کیونکہ وہ اتنا بگڑا ہوا تھا کہ وہ مقتدر حلقوں کو بگاڑ سکتا تھا۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ شیخ مجیب پیدائشی باغی تھا۔ اسے کسی نے باغی نہیں بنایا۔ 1957ء میں جب حسین شہید سہروردی سے وزارت عظمیٰ کا استعفیٰ لیا گیا تھا تو وہ لاہور تشریف لائے تھے اور فلیٹیز ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ میرے تایا جان کے ساتھ ان کے برادرانہ مراسم تھے۔ انہوں نے میرے تایا کو بلایا تو میں بھی ان کے ساتھ وہاں گیا۔ وہاں حسین شہید سہروردی نے کہا: ''آج مجھ سے پوچھا جاتا ہے کہ تم نے پاکستان کے لیے کیا کیا میں ان لوگوں کو یہ جواب دیتا ہوں کہ اس چھوکرے (مجیب الرحمان) کو میں نے سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔''

اس جملے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مجیب الرحمان کس فطرت کا انسان تھا۔ پھر اس بات کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ 1948ء میں جب قائداعظم ڈھاکہ ایئر پورٹ پر پہنچے تو شیخ مجیب الرحمان نے قائداعظم کے خلاف نعرے لگوائے تھے۔ بہرحال شیخ مجیب کے DNA میں ہی بغاوت تھی اور وہ شروع سے بھارتی ایجنسیوں کے ہاتھوں میں کھیل رہا تھا۔ جہاں تک ہندو پروفیسروں کا تعلق ہے تو انہوں نے بنگالیوں کے دلوں میں مغربی پاکستان کے خلاف نفرت بڑھانے میں بہت بڑا کردار ادا کیا تھا۔ لیکن انہیں اپنا کام کرنے کے لیے کافی وقت لگا تھا جبکہ یہ شخص تو شروع سے ہی ایسا تھا۔ جب بنگلہ دیش بن گیا تو اس نے اپنے انٹرویو میں باقاعدہ کہا تھا کہ میری شروع سے خواہش تھی کہ میں بنگلہ دیش بناؤں۔

عطاء الرحمان عارف: اس میں سول بیوروکریسی کا بھی ایک کردار ہے۔ یعنی عالمی طاقتوں بالخصوص امریکہ نے یہاں کی انتظامیہ کو اپنے کنٹرول میں رکھنے کی کوشش کی اور آئین میں سرکاری زبان کے نام پر اردو اور بنگالی زبان کا تنازع پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ حالانکہ اگر ہم صوبائی سطح پر بنگالی زبان کو سرکاری زبان کا درجہ دے دیتے تو کوئی حرج نہیں تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کی تاریخ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب ہماری حکومت ڈھائی براعظموں پر پھیلی ہوئی تھی تو وہاں پر زبان کی کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔ اب جب اسلام کے نام پر یہ ملک بنا تھا اگر ہم چاہتے تو یہاں بھی ان چیزوں کو اختیار کر سکتے تھے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے سیاستدان امریکہ کی سازش کو نہیں پہچان سکے۔ کیا غلام محمد کا گورنر جنرل بننا اور محمد علی بوگرہ کا بحیثیت سفیر واشنگٹن سے پاکستان آ کے وزیراعظم بن جانا یہ ظاہر نہیں کرتا کہ عالمی طاقتوں نے اس ملک پر کنٹرول رکھنے کے لیے سیاستدانوں اور سول بیوروکریسی کو پہلے استعمال کیا؟

ایوب بیگ مرزا: اس معاملے میں عالمی طاقتوں بالخصوص امریکہ نے سازشی کردار ادا کیا۔ ایک طرف بھارت ہمیں دھمکیاں دے رہا تھا دوسری طرف ہم امریکہ کی سازش کو پہچان نہ سکے۔ امریکہ ہمیں سوویت یونین سے ڈرا رہا تھا کہ سوویت یونین گرم پانیوں تک آنا چاہتا ہے ظاہر وہ پاکستان کو روند کر آئے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ ہمیں سوویت یونین کا ڈراوا دے کر بلیک میل کرتا رہا ہے کہ اگر آپ اس کے ذرا قریب گئے تو آپ کا مذہب ملیا میٹ ہو جائے گا اور آپ کمیونسٹ ہو جائیں گے اور دوسری طرف انڈیا ہے جو کسی وقت بھی آپ کو روند ڈالے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم سیٹو اور سینٹو میں بندھ گئے۔ تنظیم اسلامی کے بانی ڈاکٹر اسرار احمدؒ اپنے زمانہ طالب علمی میں جب اسلامی جمعیت طلبہ کے ناظم اعلیٰ تھے تو انہوں نے طلبہ کے ایک وفد کے ہمراہ لاہور میں وزیراعظم خواجہ ناظم الدین سے ملاقات کی۔ انہوں نے وزیراعظم سے سوال کیا کہ جناب! آپ ہمیں سیٹو سینٹو میں باندھ کر چلے جائیں گے، اور بعد میں حکومت ہم نے کرنی ہے پھر ہم اس سے نجات کیسے حاصل کر سکیں گے؟ تو خواجہ ناظم الدین نے بڑا مہمل سا جواب دیا کہ ہمارے سر پر انڈیا کھڑا ہے ہم نے زندہ بھی رہنا ہے اور ملک کی سالمیت کو بھی بچانا ہے۔ بہرحال سیٹو سینٹو میں جب ہمیں باندھا گیا تو اس کے بڑے خطرناک نتائج برآمد ہوئے اور ہماری آزادی کو محدود کر دیا گیا۔

عطاء الرحمان عارف: سوویت یونین نے ایک مرتبہ یہ الزام لگایا تھا کہ امریکی طیارے بڈھ بیر فوجی اڈے سے اُڑ کر اس کے علاقے میں جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ملک میں سیاسی حکومت نہیں ہوتی اور فوج حکومت میں ہوتی ہے تو اسے اپنی حکومت کو مضبوط کرنے اور عالمی طاقتوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے کچھ ناجائز باتیں ماننی پڑتی ہیں۔ ہمارے بنگالی بھائیوں نے اس کو بھی محسوس کیا۔ دوسری طرف سقوط ڈھاکہ پر اندرا گاندھی نے کہا تھا کہ ہم نے دو قومی نظریہ کو خلیج بنگال میں ڈبو دیا ہے اور ہزار سالہ شکست کا بدلہ لے لیا ہے۔ جبکہ ڈھاکہ میں انڈیا اور پاکستان کا ہاکی میچ ہوا تھا تو پورا اسٹیڈیم پاکستان زندہ باد کے نعرے لگا رہا تھا۔ البتہ حسینہ واجد کے آنے کے بعد یہ صورت حال تبدیل ہوئی ہے۔ 2010ء میں مجھے بنگلہ دیش جانے کا تجربہ ہوا۔ میرے ساتھ چند علماء کرام بھی تھے۔ ایئر پورٹ پر بنگالیوں نے خوشی سے ہمارا استقبال کیا اور کہنے لگے کہ دعا کریں کہ ہم دوبارہ ایک ہو جائیں۔ یعنی ان کے اندر ایمان کی رمق تو موجود ہے۔

ایوب بیگ مرزا: لیکن آج معاملہ الٹ ہو گیا ہے۔ آج مودی حکومت نے دو قومی نظریہ کو خلیج بنگال سے نکال کر گنگا اور جمنا میں دھو کر پوتر کر کے، سکھا کر، بہترین کر کے انڈیا کے سر پر مسلط کر دیا ہے۔ آج انڈیا میں لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپ ثابت کر رہے ہیں کہ گاندھی غلط تھا اور قائداعظم ٹھیک تھا۔ یعنی جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ آج دو قومی نظریہ سر چڑھ کر بول رہا ہے اور بھارت دو قومی نظریہ کو قبول کر رہا ہے۔ اللہ کرے وہ سیکولر عناصر جو اس پاک سرزمین میں رہتے ہیں وہ بھی دو قومی نظریہ کو قبول کر لیں۔

عطاء الرحمان عارف: آج کے نوجوان کو یہ بات بتانے کی ضرورت ہے کہ جب 1937ء میں کانگریس نے انتخابات جیت کر سات صوبوں میں حکومت بنالی تھی اور اس کے بعد اس نے یہ اقدامات کیے کہ بندے ماترم سرکاری سکولوں میں پڑھنا لازم قرار دے دیا۔ سرکاری زبان اردو ختم کر کے سنسکرت کر دی جاتی ہے، گاندھی کا ایک پورٹریٹ سرکاری سکولوں میں لگایا جاتا ہے اور لڑکوں کو کہا جاتا تھا کہ صبح آ کے اس کو سیلوٹ کریں۔ ان چیزوں کو سامنے رکھیں تو پتا چلتا ہے کہ دو قومی نظریہ ہمیشہ سے موجود تھا۔ بلکہ اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ جب پہلا مسلمان ہندوستان میں داخل ہوا تھا اسی دن دو قومی نظریہ وجود میں آ گیا تھا۔ آج کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے درمیان بس ایک سرحد کی لکیر ہے ورنہ ہماری زبان ایک ہے، کلچر ایک ہے، ہم آپس میں بھائی بھائی ہیں وغیرہ۔ لہٰذا آج کے نوجوان کو بتانے کی ضرورت ہے کہ ہم کبھی بھی ایک نہیں تھے۔ ہماری بنیاد ہی کلمہ ہے اور ہم نے اسی بنیاد پر زندہ رہنا ہے اور اسی بنیاد پر ہماری کامیابی ہوگی۔ لیکن جن وجوہات کی بنا پر ہم پر سقوط ڈھاکہ کی مصیبت نازل ہوئی تھی کیا ہماری قوم بحیثیت مجموعی ایسے کاموں سے اب پرہیز کر رہی ہے؟ آج کا نوجوان، سیاستدان، سیاسی جماعتیں نظریۂ پاکستان سے انحراف کے راستے پر کیوں گامزن ہیں؟ حالانکہ اس کے لیے ہمارے بزرگوں نے قربانیاں دیں۔ مشرقی پاکستان کے کچھ لوگوں نے بھی نظریۂ پاکستان کی حفاظت کی، البدر اور الشمس نے ہماری فوج کی مدد کی تھی۔ جب 2010ء میں شیخ حسینہ واجد نے اس کو بنیاد بنا کر ایک بہت بڑا آپریشن کیا تو دینی لوگوں کو چن چن کے ختم کیا۔ جماعت اسلامی کے پانچ قائدین کو سزائے موت ہو چکی ہے جبکہ پروفیسر غلام اعظم 91 برس کی عمر میں قید کی حالت میں ہی انتقال کر گئے۔ اسی طرح دوسرے راہنما دلاور حسین سیدی ابھی تک قید میں ہیں۔ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ حکومت پاکستان اور ہماری مقتدر قوتوں کی طرف سے ان راہنماؤں کے حق میں آواز بلند نہیں کی گئی۔

ایوب بیگ مرزا: اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ 1946ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے جو سیٹیں جیتیں اس کے نتیجے میں پاکستان بنا، لہٰذا پاکستان جمہوری انداز میں بنا۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں لیکن میں اس بات پر زیادہ زور دوں گا کہ اس کی بنسبت 1937ء میں جب مسلم لیگ بری طرح ہاری تھی، اس کے نتیجے میں گانگریس کا اصل چہرہ سامنے آنے کی وجہ سے پاکستان بننے کے امکانات زیادہ پیدا ہو گئے تھے۔ آپ نے مشاہدہ کیا ہوگا کہ جب بھی مسلمانوں اور غیر مسلموں کا تصادم ہوا ہے تو کامیابی کی صورت میں مسلمانوں نے اچھا سلوک کیا جبکہ غیر مسلم جب بھی مسلمانوں پر فاتح ہوا تو اس نے مسلمانوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا۔ سپین کی مثال دیکھ لیں۔ عظیم مسلمان جرنیل طارق بن زیادہ سپین فتح کرتے ہیں تو صرف میدان جنگ میں خون بہایا جاتا ہے اور کسی غیر حربی کافر کو قتل نہیں کیا جاتا۔ جبکہ عیسائیوں کو جب اسی سپین میں مسلمان پر فتح حاصل ہوئی تو انہوں نے ایک مسلمان کو بھی زندہ نہیں چھوڑا۔ یا تو انہیں زبردستی عیسائی بنا دیا گیا یا پھر قتل کر دیا گیا۔ آج یہی ہندو کی ذہنیت ہے۔ اس کا بہترین حل یہ ہے کہ ہم اپنے دین کے ساتھ چمٹ جائیں جو ہمیں اصلاً پناہ دیتا ہے۔ ہمارا یہ حال اس لیے ہو رہا ہے کہ ہم ظاہراً مسلمان ہیں لیکن عملی لحاظ سے اسلام سے بہت دور ہیں۔ ہمارے اندر بہت سی ایسی چیزیں آ گئی ہیں جو ہمیں غیر مسلموں سے بھی بدتر بناتی ہیں۔ جب تک پاکستان کا ہر مسلمان حقیقی مومن نہیں بنتا، جب تک ایک صالح معاشرہ نہیں بنتا، اور ہماری ریاست اسلام کو تسلیم نہیں کرتی اس وقت تک ایسے سانحات سے بچا نہیں جا سکتا۔

ڈاکٹر عطاء الرحمان عارف: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ ہمیں دینی فرائض کا احساس دلاتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ ہمیں انفرادی طور پر بھی دین پر عمل کرنا ہو گا اور اس دین کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کی بھی کوشش کرنی ہوگی اور ریاست کی سطح پر ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا ہوگا جہاں پر لوگوں کو عدل اجتماعی کی بنیاد پر ان کے حقوق بھی مل سکیں تب ہی ہم سانحہ مشرقی پاکستان جیسے سانحات سے بچ سکتے ہیں۔

❁❁❁

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

اگر تم مومن ہو!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پاکستان ہمہ نوع مسائل میں اندرونی بیرونی طور پر گھرا ہوا ہے۔ ایسے میں ہمارے بچے، نوجوان نسل اسے گرداب سے نکالنے میں کتنی سنجیدہ، فہیم، ذمہ دار، دردمند ثابت ہو رہی ہے؟ صرف گزشتہ تین چار ہفتوں کا ایکسرے دیکھ لیجیے۔ نوجوانوں کا اخلاقی بحران خوفناک مناظر پیش کر رہا ہے۔ فی الوقت تو ملک کا اعلیٰ تعلیم یافتہ، ذہین طبقہ وکلاء اور ڈاکٹروں کی شکل میں تن کر آمنے سامنے برسر پیکار کھڑا ہے۔ غم خواری کشمیری بھائیوں کی نہیں، مسلمانوں کی جان و مال، شہریت چھیننے والے درپئے آزار بھارت، مودی اور بی جے پی کی دشمنی پر خون میں ابال نہیں ہے۔ ان کا ایشو گیمبیا کے وزیر عدل کی عالمی عدالت انصاف میں مظلوم روہنگیا کی آواز میں آواز ملانا نہیں ہے۔ شام، افغانستان، فلسطین کی تباہ حالی بھی نہیں۔ اٹھارہ سالوں میں شعور کی (نا) پختگی کو پہنچنے والی یہ مشرفی، یوٹرنی تربیت والی نسل تکلیف دہ حد تک معاشرتی، نظریاتی بحران، فکری انتشار، تنظیمی بگاڑ کی ماری، صبر و تحمل برداشت سے عاری ہے۔

18 سال اس ملک میں ''سب سے پہلے پاکستان'' پڑھایا گیا۔ سو سب مل کر سب سے پہلے پاکستان کا تیا پانچا، سوا ستیا ناس، ایسی تیسی پھیرنے کے درپے ہیں۔ کافی حد تک پھیر چکے ہیں۔ 18 سال رواداری، برداشت، ڈائیلاگ پڑھایا گیا۔ وہ سبق پکا ہے۔ سو ہم مسلم دنیا پر ٹوٹ پڑنے والی ساری قیامتوں پر رواداری اور برداشت کا بے رحمانہ، بے دردی، بے حسی، بے بسی، لاچاری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ برمی، بھارتی، یہودی، قرآن سوز گستاخ رسول درندوں سے تحمل برداشت سے ڈائیلاگ کرنے پر ہر آن کمر بستہ ہیں۔ سکھوں کے آگے ریشہ خطمی ہیں جنہوں نے 1947ء میں ہمارے ہجرت کرتے خاندانوں کو کرپانوں کی نوک پر رکھا تھا۔ لیکن ہم ساری تعلیم، ڈگریوں، خدمت انسانیت پر مامورین اور قانون کے محافظ ہوتے ہوئے بھی اپنی اپنی گروہی انانیت کے ہاتھوں آتش فشاں بن کر ملکی سلامتی اور امن کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اعلیٰ تعلیمی ادارے صرف کاغذی ڈگریاں بانٹ رہے ہیں۔ تربیت کا ہر سطح پر فقدان، بحران ہے۔ بداخلاقی اور بدتہذیبی کا لاوا اچانک پھوٹ پڑتا ہے تو خوفناک وحشت زدہ جوانی کی بے لگام قوت ساری حدیں پامال کرتی ہے۔ اسی غنڈہ گردی کا تسلسل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں لسانی گروہ کی فائرنگ سے اسلامی جمعیت طلبہ کے نوجوان کا قتل ہے۔

سوشل میڈیا کا غیر ذمہ دارانہ استعمال ڈاکٹرز اور وکلاء کے اس طوفانی ہنگامے میں وجہ ٔوحید ہے۔ ایک ڈاکٹر نے وکلاء کے لیے نہایت تضحیک آمیز گفتگو جو قہقہہ بار مجمعے کے بیچ وکیلوں کا تمسخر اڑا رہی تھی، اپ لوڈ کر دی۔ حکومتی، انتظامی نا اہلی اس دوران انتہا پر رہی کہ تین ہفتے پہلے ہونے والے واقعے کا قضیہ نمٹایا نہ جا سکا۔ وکلاء نے جوابی کارروائی میں مزہ چکھانے کا رویہ اپنایا اور جو نتائج برآمد ہوئے وہ سبھی کا سر شرم سے جھکا دینے کو کافی ہیں۔ قانون پڑا سوتا رہا اور پھر لاقانونیت نے آگ لگا دی۔ قیمتی جانیں گئیں۔ قومی املاک کا نقصان، عام شہریوں کی حق تلفی۔ والدین، اساتذہ، ججز، حکمران اذیت ناک شرمساری کے چوراہے میں کھڑے ہیں۔

اسی دوران ہونے والا سرخ مارچ، قوم کے ہوش ٹھکانے لانے، عورتوں کے ہاتھوں مردوں کی تذلیل اور درگت بنانے کے مناظر (کتا اور مرغا بنا کر) اور دعا منگی کہانیاں اس پر مستزاد ہیں۔ پرانے وقتوں میں بدمعاشی، غنڈہ گردی والوں کو قدامت پرست غیرت کہا کرتی تھی: ''تمہارے گھر میں ماں بہنیں نہیں ہیں؟'' اب اس مارچ پر سوال بدل گیا ہے: ''کیا تمہارے گھر میں باپ بھائی نہیں ہیں؟'' کسے کتا اور مرغا بنانے کے درپے ہو؟ یہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ مزید ایجنڈا ایک بینر سے کھل گیا: ''295-C'' ختم کرو۔ نیز مالل خان ان کا ہیرو ہے۔ سو یہ روس نہیں مغرب کا لال لال ہے، جس میں آئینی شق (ختم نبوت، شان رسالت پر) ختم کرنا اصل ہے، باقی سب ڈھونگ ہے! دجال کے قدموں کی چاپ سنی جا سکتی ہے اس ابتری میں۔ یہاں ایک دوسرے کے ہوش ٹھکانے لگائے جا رہے ہیں، لال لہرائے جا رہے ہیں۔ ان کا محب پوٹن شام میں مسلمانوں (عورتوں بچوں شہریوں) کے خون سے ہولی کھیل کر لال لہرا رہا ہے۔ روسی جھنڈے کے ستاروں کی لالی گہری ہو چکی۔ کشمیر میں حقیقت کی دنیا، ٹوٹے گھروں، اجڑی عصمتوں سہاگوں، یتیم بچوں، فاقہ کشی کی کہانی سنا رہی ہے۔ ہم فلموں، گانوں میں تھرک کر اظہار یک جہتی کر رہے ہیں۔ پوری دنیا اخلاقی سطح پر ہائی ٹیک درندوں کی دنیا ہے۔ جھوٹ دجل فریب، وحشت سربیت درندگی اور ناقابل یقین بے حیائی اور گراوٹ کی دنیا ہے، مگر ہمیں کیا ہوا؟ ہم نے نظریۂ پاکستان دفن کر کے عالمی درندگی کی صلیبی جنگ میں ڈٹ کر حصہ لیا۔ بیٹی عافیہ بیچی۔ ایمان کی آخری رمق بھی جاتی رہی۔ لاکھ کے قریب جانوں کی قربانی امریکی مجسمہ آزادی کے بت کے چرنوں میں ڈالی۔ اب دنیا کیا کہہ رہی ہے؟ ہم اٹھارہ سال عقوبت خانے پاکیزہ صفت حافظ قرآن، نظریاتی نوجوانوں سے بھرتے رہے۔ سینکڑوں پولیس مقابلوں میں مارے۔ امریکہ کو ڈرون حملوں کی کھلی چھٹی دیئے رکھی۔ اب امریکہ نے راؤ انوار ایس ایس پی ملیر (نقیب اللہ قتل میں نامزد ملزم) پر پابندیاں عائد کر دیں، کیونکہ وہ 190 سے زائد جعلی پولیس مقابلوں کے ذمہ دار ہے، جس نے 400 سے زائد قتل کیے۔ مزید یہ کہ راؤ انوار نے پولیس اور مجرمانہ ریکارڈ رکھنے والے ٹھگوں کے نیٹ ورک کی مدد کی جو زمینوں پر ناجائز قبضے، منشیات فروشی اور قتل کی وارداتوں میں ملوث رہا۔ انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں پر یہ پابندیاں عائد کی جا رہی ہیں۔ 'لو وہ بھی کہہ رہے ہیں یہ بے ننگ و نام ہے'۔ تاہم مستند ہے ان کا فرمایا ہوا!

جس جنگ میں ہم نے پاکستان کو جھونکا، اب اس کا مآل، حسرت ناک، حیرت ناک، عبرت ناک بھی ملاحظہ ہو۔ وہ جو ہمیں ڈومور کے ڈنڈے پر چلاتے رہے، اب واشنگٹن پوسٹ لیکس ''افغانستان پیپرز'' کے عنوان سے ہوش ربا، شرمناک حقائق سامنے آئے ہیں۔ 5000 صفحات پر مشتمل خفیہ دستاویز، امریکہ کی طویل ترین جنگ بارے انکشافات کے دریا بہنے لگے۔ امریکہ جس دلدل میں 49 ممالک کی بارات لے کر جا اترا، امریکی عوام کے ٹیکسوں سے نچوڑا 3 کھرب ڈالر جھونکا۔ (ہم پرائی بارات میں عبداللہ دیوانے بنے۔) یہ ایک اندھی جنگ تھی جس کا کوئی سرا اب ان کے ہاتھ نہیں آ رہا۔ یہ رپورٹ امریکی قیادت، سول و فوجی کمانڈروں، نیٹو ذمہ داران کے انٹرویوز، یادداشتوں، تقاریر، رپورٹوں پر مبنی ہے۔ اخبار نے ساجھے کی ہانڈی چوراہے میں پھوڑی ہے، طویل قانونی جنگ لڑ کر۔ یہ اعتراف سبھی بڑوں کا کہ ہم بے سوچے سمجھے افغانستان میں اتر گئے۔ ہم افغانستان بارے کچھ نہ جانتے تھے۔

وہاں جمہوریت اگانے، تہذیب بدلنے، افغان عورت کا طرز زندگی بدلنے کے شوق میں۔ جو کچھ کہا اس کا لب لباب یہ ہے کہ: ''کجھ شہر دے لوگ وی ظالم سن، کجھ سانوں مرن دا شوق وی سی''......سو پھنسے اور بہت برے پھنسے، مرے اور بہت برے مرے!

یہ بات کھل کر سامنے آئی ہے کہ جنگ بارے قوم سے جھوٹ بولے جاتے رہے۔ غلط اعداد و شمار پیش کیے جاتے رہے۔ جنرل ڈگلس لیوٹ (بش، اوباما ادوار کا جرنیل اعظم) کا کہنا ہے: ''ہم نہیں جانتے تھے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ ہمیں سرے سے اندازہ ہی نہ تھا کہ ہم کس اوکھلی میں سر دے رہے ہیں''۔ (روس، برطانیہ سے پوچھ لیا ہوتا۔ رومی سلطنت کی تاریخ، ابوعبیدہ بن جراحؓ اور خالد بن ولیدؓ کی پڑھ لی ہوتی)۔ عبرت ناک پہلو یہ ہے کہ عسکری سائنسی ٹیکنالوجی کی تمام تر جدت سے لدی پھندی امریکہ، نیٹو، 49 ترقی یافتہ ترین ممالک کی فوجیں، یہ مایہ ناز عالمی تربیتی اداروں سے جنگی مہارتوں کے حامل جرنیل اور فوجی تھے۔ پس پشت دنیا کی عظیم ترین یونیورسٹیوں، تھنک ٹینکوں، سفارتی مہارتوں کے حاملین، لاکھوں صفحات کی مغز مار دانشوریوں، برق رفتاریوں، مواصلاتی ہائی ٹیک اور چلتے پھرتے قلعوں نما گاڑیوں ٹینکوں کی دہلا ڈالنے والی قوت تھی۔ یہ کیونکر تاریخ کی عبرت ناک ترین شکست سے دوچار ہوئی؟ پیمپر پہننے تک کی نوبت آ گئی! امریکہ میں اس رپورٹ نے زلزلہ برپا کر دیا ہے۔ ٹریلین ڈالر سوال تو یہ ہے کہ مقابلے پر تھا کون؟ کندھے پر چادر دھرے، (بلا باضابطہ بری، بحری، فضائی فوج) پیدل یا موٹر سائیکل سوار، راکٹ لانچر، کلاشنکوف بردار (انگریزی سے نابلد!) خانہ ساز (IED) بم ہانڈی بم سے مسلح 18 سال لڑا کیے۔ مقابل پوری دنیا، بشمول مسلمان ممالک اور برادر پاکستان۔ امریکی ایوان نمائندگان آتش زیر پا ہے بلاتفریق، اس بات پر کہ امریکی انتظامیہ مسلسل تین ادوار میں افغان جنگ پر قوم کو گمراہ کرتی رہی۔ ڈیموکریٹ کانگریس مین میکس روز نے فوری فوجی انخلا پر زور دیا ہے۔ امریکہ میں فوج واپس بلانے کی صدا اٹھ رہی ہے۔ کہانی طویل بھی ہے اور نہایت مختصر بھی......

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی!

صحابہؓ صفت ہو کر جنگ لڑنے کا فارمولا طالبان کے پاس تھا، جو ایٹم بموں پر بھاری تھا۔ کل بھی آج بھی، راتوں کے راہب، دن کے شہ سوار! ''تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو'' کا وعدہ پورا ہوا ہے۔ الحمدللہ! ۞۞۞

چشم کشا

کیا دوقومی نظریہ گنگا میں ڈوب گیا؟

ذوالفقار احمد چیمہ

وہ بھی اگست کا مہینہ تھا جب 1999ء کی ایک دوپہر کو میں ڈھاکہ ایئرپورٹ پر اُترا تو ذہن کئی دہائیاں پیچھے چلا گیا۔ اس دیش میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ یہیں کے ایک لیڈر نے 1940ء میں پاکستان کی قرداد پیش کی تھی۔ یہاں کے رہنما پاکستان کی تحریک کے سرخیل تھے۔ اے کے فضل الحق، حسین شہید سروردی، خواجہ ناظم الدین، نور الامین، مولوی تمیز الدین، فضل القادر چودھری، مولوی فرید احمد کیسی کیسی شخصیات تھیں جو آخر دم تک پاکستان کا پرچم اٹھائے ہوئے سینہ سپر رہیں۔ کیا یہاں کے باشندے اب اپنے بنائے ہوئے اُسی پاکستان سے نفرت کرتے ہیں؟ میں یہ جاننا چاہتا تھا۔

ڈھاکہ میں پاکستان کے نائب سفیر محمد عارف میرے بیچ میٹ تھے اور انہی کے گھر میرا قیام تھا۔ شام کو چائے پیتے ہوئے عارف نے مجھ سے پوچھا ''کیا کیا دیکھنے کا ارادہ ہے؟'' میں نے کہا دو باتوں کا جواب ڈھونڈنے آیا ہوں۔ عارف کو تجسس ہوا وہ کیا؟'' پہلی یہ کہ بنگلہ دیش جو کہ کبھی ہمارا مشرقی پاکستان تھا، اب اس کے باشندے ہمارے بارے میں کیا سوچتے ہیں؟ کیا وہ ہم سے نفرت کرتے ہیں؟ دوسری یہ کہ اندرا گاندھی نے دسمبر 1971ء کو پاکستان کے ایک حصے (مشرقی پاکستان اور موجودہ بنگلہ دیش) کو فتح کرنے کے بعد دعویٰ کیا تھا (جس کا حوالہ آج بھی ہمارے ٹی وی چینلوں پر دیا جاتا ہے) کہ ''ہم نے دوقومی نظریے کو دریائے گنگا میں بہا دیا ہے'' کیا واقعی دوقومی نظریہ گنگا کی نذر ہو چکا ہے؟

عارف نے کہا ''بنگلہ دیش کے باشندے ہم سے کتنی نفرت کرتے ہیں؟'' اس کا جواب نورل سے پوچھ لینا۔ نور الہدیٰ بنگالی ڈرائیور تھا۔ دوسرے روز اس سے بات ہوئی تو اس نے کہا '' کچھ عرصہ پہلے ڈھاکہ میں انڈیا اور پاکستان کا میچ ہوا، یقین مانیں شاب پورا سٹیڈیم پاکستان کے حق میں نعرے لگا رہا تھا اور پاکستان کے جیتنے پر ڈھاکہ میں ہر طرف پاکستان کے جھنڈے نظر آ رہے تھے۔'' اس کا ذکر اور بھی بہت سے لوگوں نے کیا۔

اگلے روز چودہ اگست تھا۔ پاکستانی سفارت خانے میں یومِ آزادی کی تقریب تھی جسے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سرکاری مقررین کے علاوہ ڈھاکہ یونیورسٹی کے ایک طالب علم فرید الحق اور ایک معروف دانشور ابوالقاسم کی تقاریر بڑی یادگار تھیں۔ ابوالقاسم کا کہنا تھا ''بنگلہ دیش کی آزادی سے پہلے ہم نے یعنی انڈیا اور بنگال کے مسلمانوں سے مل کر محمد علی جناح کی قیادت میں انگریزوں سے آزادی حاصل کی تھی اور ایک الگ وطن بنایا تھا۔ اگر یہ مجیب الرحمان کو باپ کہتے ہیں تو محمد علی جناحؒ ہمارے باپ کے باپ تھے۔ اگر باپ قابل احترام ہے تو دادا کا احترام اس سے بھی زیادہ لازم ہے''۔ فرید الحق کی تقریر کے بھی ایک ایک لفظ سے اپنے سابق دیش پاکستان سے جذباتی وابستگی، انسیت اور محبت کی خوشبو بکھر رہی تھی۔

دوسرے روز عارف اور میں جمعہ کی نماز کے لیے نکلے تو عارف نے گاڑی بیت المکرّم کی طرف موڑتے ہوئے کہا کہ '' ڈھاکہ میں جمعۃ المبارک کی نماز آپ یقیناً بیت المکرّم (ڈھاکہ کی سب سے بڑی تاریخی مسجد) میں ہی پڑھنا چاہیں گے''۔ میں نے کہا آپ کا بہت بہت شکریہ، آپ نے سو فیصد صحیح اندازہ لگایا ہے''۔ درجنوں سیڑھیاں چڑھ کر بیت المکرّم کے صحن میں پہنچنا پڑتا ہے۔ خطیب کی آواز دور تک سنائی دے رہی تھی۔ ابھی ہم چند سیڑھیاں ہی چڑھے تھے کہ کانوں میں بنگالی کی بجائے اردو کے الفاظ پڑنے لگے ہم دونوں کے پاؤں رک گئے اور توجہ سے سننے لگے۔ خطیب صاحب نے بنگالی لہجے میں پھر اقبال کا شعر پڑھا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

عارف نے میری طرف دیکھ کر کہا ''تو دوسری بات کا بھی جواب مل گیا آپ کو! دوقومی نظریہ ڈوب گیا یا زندہ و تابندہ ہے!!

فضل القادر چودھری پاکستان کی قومی اسمبلی کے سپیکر تھے۔ آخر دم تک اسی پاکستان کی پاسبانی کرتے رہے، جو انہوں نے قائدؒ کی رہنمائی میں حاصل کیا تھا۔ مکتی باہنی کے بدمعاشوں نے بے تحاشا تشدد کے بعد انہیں

جیل میں بند کر دیا۔ جیلر نے ایک روز قائداعظمؒ کو گالی دی تو اونچے لمبے چودھری نے زوردار تھپڑ جڑ دیا۔ عوامی لیگ کے غنڈوں نے تشدد کی انتہا کر دی اور انہیں جیل میں ہی شہید کر دیا۔ جہاں سے عظیم بنگالی لیڈر کی میت پاکستان کے پرچم میں لپٹی ہوئی نکلی۔ چودھری صاحب کے دو بیٹے چٹاگانگ سے پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے تھے۔ 14 اور 15 اگست کی رات کو چودھری صاحب کے بیٹوں اور جناب نور الامین (1970ء میں عوامی لیگ کے سیلاب میں بھی وہ اپنی نشست سے کامیاب ہوئے تھے) کے صاحبزادے سے ملاقات ہوئی پاکستان کی آزادی کی سالگرہ کا ذکر چھڑا تو ان کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ عظیم المرتبت رہنماؤں کے بیٹوں کی باتوں اور ان کی آنکھوں سے بہنے والے پانی کی چمک سے میری سوچوں کے تاریک گوشے روشن ہو گئے اور میری اُلجھنوں کے جواب مل گئے۔

بنگلہ دیش کے باشندے خود مختلف موقعوں پر اندرا گاندھی کی اس کھوکھلی بڑھک کا جواب دیتے ہوئے اور اس کی رعونت اور تکبر پر خاک ڈالتے رہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ بھارت کی وزیراعظم نے دوقومی نظریئے کو ہی ہدف کیوں بنایا؟ وہ یہ بھی کہہ سکتی تھی کہ ہم نے پہلی جنگوں کا بدلہ لے لیا یا ہم نے صدیوں بعد مسلمانوں کو اتنی بڑی شکست دی۔ دوقومی نظریئے کے خاتمے کا دعویٰ کیوں؟ اس لیے کہ یہی تو بنیاد ہے پاکستان کی! محمد علی جناحؒ اسی نظریئے کا پرچم اٹھا کر نکلے اور ایک تاریخ ساز تحریک کے بعد علیحدہ وطن حاصل کیا۔ دوقومی نظریہ دریا میں بہا دینے کا مطلب ہے ''اور پاکستان والو! اب تمہارے ملک کا جواز ختم ہو گیا ہے لاؤ اب اس کی چابی ہمارے حوالے کر دو۔'' ''Two Nation Theory'' کیا ہے؟ انگریز جب ہندوستان کو آزادی دینے پر آمادہ ہوا تو اس نے کانگریس سے مذاکرات شروع کیے۔ اس پر مسلمان رہنماؤں نے سخت احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ کانگریس صرف ہندوؤں کی نمائندگی کرتی ہے۔ ہندوستان میں صرف ایک قوم یعنی ہندو نہیں، دو قومیں (ہندو اور مسلمان) بستی ہیں۔ انگریزوں کو مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ سے مذاکرات کرنا ہوں گے۔ کچھ آوازیں ابھریں کہ ہندوستان میں رہنے والے سارے ہندوستانی ایک قوم ہیں۔ علماء کی اکثریت بھی انڈین نیشنلزم کے سحر میں گرفتار تھی۔ جو کہتے تھے کہ ہندوستان کے رہنے والے سب ایک قوم ہیں۔ اس کے جواب میں برصغیر کے مسلمانوں کی سب سے توانا آواز گونجی 'ہرگز نہیں! ہماری تہذیب، ہمارا کلچر، ہمارا نظریۂ حیات، ہمارا رہن سہن، ہمارے ہیرو، ہمارے ولن، ہمارے سوچنے کا انداز اور ہمارے کھانے کے آداب سب کچھ ہندوؤں سے مختلف ہیں۔ ہم مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں، اس لیے ہمیں علیحدہ وطن چاہیے۔'' یہ آواز کسی شدت پسند یا کسی نیم خواندہ ملا کی نہیں روشن خیال بیرسٹر محمد علی جناحؒ کی تھی۔

وہ اگر سیکولر ہوتے تو پسماندہ اور پسے ہوئے Down Trodden طبقے کے حقوق کی بات کرتے۔ مگر انہوں نے ہمیشہ صرف اور صرف مسلمانوں کے حقوق کی بات کی کیونکہ نہ وہ منافق تھے اور نہ انہیں کوئی احساسِ کمتری تھا۔ کیا علیحدہ مذہب ایک الگ قوم کو جنم دیتا ہے؟ اس کا جواب خود تاریخ نے دیا ہے۔ جب کوہ صفا پر کھڑے ہو کر محمد ﷺ نے اہل مکہ کو پیغام ہدایت سنایا تو اسے برحق ماننے اور اس پر لبیک کہنے والے ایک علیحدہ قوم بن گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی بات ماننے سے وہ اپنی پہلی قوم سے اس طرح کٹ گئے کہ اپنے خونی رشتوں کو چھوڑ کر دیار غیر کی جانب ہجرت کر گئے اور وقت آنے پر اپنے پیاروں کے خلاف تلواریں اٹھا لیں۔ زندگی گزارنے کے لیے پرانے رنگ ڈھنگ کو چھوڑ کر نئے فلسفے اور نظریئے کو ماننے اور اس پر عمل کرنے والوں نے ایک نئی قوم کو جنم دیا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے علیحدہ قوم کے طور پر تسلیم کیے جانے کا احساس اور ادراک سب سے پہلے اقبالؒ کی غیر معمولی بصیرت نے کیا اور پھر اس دوقومی نظریئے کا پرچم محمد علی جناحؒ نے اس طرح اٹھایا کہ پوری دنیا کو اس کی صداقت ثابت کر کے دکھا دی۔ 1947ء میں اسی نظریئے کو تسلیم کر کے پاکستان بنانے کا مطالبہ ماننا پڑا۔ مگر پاکستان سے حسد کی آگ میں جلنے والی عورت بھول گئی کہ دوقومی نظریہ کسی عیاش اور بزدل جرنیل کا چھینا ہوا پستول نہیں جسے سمندر میں پھینک دیا جائے۔ یہ کسی مفتوحہ علاقے کی کسی مظلوم عورت کی عزت و عصمت کا نام نہیں جسے لوٹ لیا جائے۔ یہ نظریہ تو وہ عہد ہے جو انسان اپنے خالق کے ساتھ کرتا ہے اور پھر اپنی زندگی اپنے مالک کے سپرد کر دیتا ہے۔ یہ تو ہدایت خداوندی کا وہ نور ہے جس سے انسان کے دل و دماغ روشن ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ اور محمد ﷺ سے محبت کا وہ لازوال جذبہ ہے جو انسانوں کے رگ و پے میں بجلیاں دوڑا دیتا ہے۔ کیا اس جذبے کو ختم کیا جا سکتا ہے؟ کیا اس نظریئے کو کسی خلیج میں بہایا جا سکتا ہے؟ قائد کے سیاسی حریف نہرو کی بیٹی کا دعویٰ جھوٹا اور باطل تھا! یہ نظریہ اٹل اور لازوال ہے۔ جنگ کے ذریعے فتح کر کے خطے کا نام تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ وہاں کے باشندوں کا نظریہ تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ دوقومی نظریئے کی بنیاد پر ہی مغربی طاقتوں نے انڈونیشیا اور سوڈان کو تقسیم کر کے عیسائی ریاستیں قائم کر دی ہیں۔ ہندوستان کے ٹینکوں اور بمبار جہازوں نے مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنا دیا مگر دوقومی نظریہ قائم و دائم، زندہ اور تابندہ ہے۔ نیا ملک انڈیا میں ضم نہیں ہوا برصغیر میں ایک کی بجائے دو مسلمان ملک قائم ہو گئے۔ حسینہ کے والد نے جب نئے ملک کے باشندوں سے ان کا نظریہ چھیننے کی کوشش کی اور وہ بنگلہ دیش کو اپنے محسن بھارت کا باجگزار اور غلام بنانے لگا تو اسی دیش کے باشندوں نے ملک کے بانی اور بابائے قوم کو معاف نہیں کیا اور اس کے سارے خاندان (سولہ افراد) کو بھون ڈالا۔ میں دھان منڈی میں شیخ مجیب الرحمان کا وہ گھر دیکھنے گیا جہاں انہیں گھرانے کے سولہ افراد سمیت قتل کر دیا گیا تھا۔ ہر کمرہ عبرت کا نشان تھا، مکان کے در و دیوار اس بات کی دہائی دے رہے تھے کہ 1947ء میں تسلیم کیا گیا دوقوموں کا الگ الگ وجود اور حیثیت ختم کرنے کی جس نے بھی کوشش کی وہ خود عبرت کا نشان بن گیا۔ لگتا ہے اندرا گاندھی کی روح اب شیخ مجیب الرحمان کی بیٹی میں حلول کر گئی ہے کہ جب بھارت پاکستان کا ایک بازو کاٹنے کے درپے تھا تو اس وقت جس نے بھی اس ننگی جارحیت کی مخالفت کی اور اپنے ملک کا دفاع کرنے کی بات کی حسینہ واجد آج چالیس سال بعد ان کے خلاف ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑ رہی ہے۔ محض بھارت کو خوش کرنے اور سیاسی سپورٹ حاصل کرنے کے لیے پاکستان کے ہر وفادار کو ختم کر دینا چاہتی ہے اور کوئی اسے روکنے والا نہیں ہے۔

افراد کے ساتھ وفا کرنے والے تو انعام و اکرام اور مناصب کے حقدار قرار پائیں اور قائدؒ کے پاکستان کے ساتھ وفاداری نبھانے والوں کے لیے ہمارے پاس ہمدردی کے چند بول بھی نہ ہوں۔ بنگلہ دیش میں متحدہ پاکستان سے وفا کرنے والوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک پر پاکستان میں خاموشی اور بے حسی طاری رہی تو پھر ہمارے ساتھ کبھی بھی نہ کوئی وفا کرے گا، نہ دوستی رکھے گا اور نہ اعتبار کرے گا۔

❁❁❁

شریعت کے کسی بھی حکم کو حقیر نہ سمجھیے!

مولانا حسین احمد حقانی، استاد کلیۃ القرآن، لاہور

اللہ تعالیٰ نے شریعت کا حسن امتزاج دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ 1۔ اوامر جس کو امر بالمعروف کہتے ہیں۔ 2۔ نواہی جس کو نہی عن المنکر کہتے ہیں۔ ان دونوں اصولوں پر عمل کرنے والوں کے لیے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ ''اے ایمان والوں داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے اور مت چلو قدموں پر شیطان کے بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔'' (البقرۃ:208)

حدیث شریف میں اس کو کامل مسلمان بھی کہا گیا ہے۔ ((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ)) ''اور کامل مسلمان تو وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔'' جس مومن میں یہ صفات آجائیں وہ ایمان کی مٹھاس محسوس کرے گا۔ جیسا کہ بخاری شریف کتاب الایمان میں حدیث مبارکہ ہے: ((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ: مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ يَكْرَهَ اَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں پیدا ہو جائیں تو اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔ (1) اوّل یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائے۔ (2) دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ کی رضا کے لیے محبت رکھے۔ (3) تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا بُرا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو بُرا جانتا ہے۔

اب اوامر اور نواہی تو علماء کرام نے اپنی تصنیفات اور تالیفات میں شرح وبسط کے ساتھ مدلل اور مفصل انداز میں بیان فرمادی ہیں۔

آمدم برسر مقصد: نواہی کو حرام، مکروہ تحریمی، اور مکروہ تنزیہی میں تقسیم کیا ہے اور اوامر کو فرض عین، فرض کفایہ، واجب لعینہ، واجب سنت موکد، سنت غیر موکد، مستحب، مباح میں تقسیم کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بہت صریح انداز میں امت کو سمجھایا ہے (حدیث)

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ: لَا يَحْقِرَنَّ اَحَدُكُمْ شَيْئًا مِنَ الْمَعْرُوْفِ، وَاِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَلْقَ اَخَاهُ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ

''نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بھلائی میں سے کسی چیز کو ہرگز معمولی نہ سمجھے یعنی چھوٹی بڑی ہر بھلائی کرے اور اگر (بھلائی کی راہ) نہ پائے تو چاہیے کہ وہ مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے ملے۔''

(تحفۃ الصمعی: ج177) (ترمذی: ج3: ابواب الوطعمہ)

اور کسی نے کیا خوب کہا ہے:

''کسی گناہ کو اور نیک کام کو حقیر مت سمجھو، اس لیے کہ پہاڑ چھوٹے چھوٹے کنکریوں سے بنتا ہے۔'' اسی وجہ سے بعض لوگ فرائض واجبات پر عمل تو کرتے ہیں مگر سنت و نوافل کی طرف توجہ نہیں دیتے اور چھوڑ دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ سنت اور نوافل واجبات کے لیے حصار کے مانند ہیں اور واجبات فرائض کے لیے حصار کی مانند ہیں اور فرائض ہمارے عقیدے اور ایمان کے لیے حصار ہیں۔ جو مسلمان نوافل پر عمل کرے گا اس کا سنت عمل محفوظ ہوگا اور جو سنت پر عامل ہوگا اس کا واجب عمل محفوظ ہوگا اور جو واجبات پر عمل کرے گا اس کا فرض عمل محفوظ ہوگا۔ اور جو فرائض پر عمل کرے گا اس کا ایمان اور عقیدہ محفوظ ہوگا۔ اس لیے کہ حدیث شریف میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ حلال کھلا ہوا ہے اور حرام بھی کھلا ہوا ہے اور ان دونوں کے درمیان بعض چیزیں مشتبہ ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے (کہ حلال ہے یا حرام) پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بھی بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا اور جو کوئی ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا۔ اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو شاہی محفوظ چراگاہ کے آس پاس اپنے جانوروں کو چراتا ہے، قریب ہے کہ کبھی اس چراگاہ کے اندر گھس جائیں۔ (اور شاہی مجرم قرار دیا جائے) سن لو ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کی زمین پر حرام چیزیں ہیں (پس ان سے بچو)۔ (بخاری و مسلم)

اسی طرح دوسری جہت میں جو مسلمان مکروہ تنزیہی کو کرلے بالآخر وہ مکروہ تحریمی تک پہنچ جائے گا اور جو مکروہ تحریمی کا مرتکب ہوگا وہ حرام کے قریب ہو جائے گا اور جو حرام کا مرتکب ہوگا تو خطرہ ہے کہ اس کے بعد تاویلات کر کے حرام کو جائز قرار دے گا۔ اور جو بغیر تاویل کے حرام کو جائز سمجھے وہ کافر ہو جائے گا۔ اس کا سبب یہ بنا کہ جو بونڈری کو کراس کرے آخر میں وہ دشمن آپ کے دارالحکومت پر قبضہ کرلے گا۔

اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک شخص نے مصور (تصویر بنانے والے) کو کہا کہ میری پشت پر شیر کی تصویر بنادے۔ مصور نے بنانا شروع کیا۔ جب سوئی چبوئی تو اس کو درد ہوا، اُف اُف کیا اور مصور سے پوچھا کہ بھائی شیر کی کونسی چیز بنا رہے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ اس کی دُم بنا رہا ہوں اس نے کہا کہ بھائی دُم کو چھوڑ دو۔ اور کوئی حصہ بناؤ۔ جب مصور نے آگے بنانا شروع کیا تو پھر درد ہونے لگا۔ پھر پوچھا کیا بنا رہے ہو اس نے کہا اس کی ٹانگیں بنا رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ ٹانگوں کو چھوڑ دو آگے بناؤ۔ آخر تک یہ معاملہ ہوتا رہا۔ آخر میں مصور نے کہا کہ جس شیر کی نہ دم ہو، نہ کان ہوں، نہ ٹانگیں ہوں، نہ سر ہو تو ایسا شیر میں نہیں بنا سکتا۔

یہی مثال ہماری ہے کہ ایک دن نفل چھوڑے دوسرے دن سنت کو چھوڑا۔ تیسرے دن واجب کو چھوڑا پھر فرض کو چھوڑا تو آخر میں صرف نام کا مسلمان رہ جائے گا۔ دیکھو کہ جس مسلمان کی نہ داڑھی، نہ سنت کے مطابق کھانا ہو، نہ پینا ہو، نہ شادی شریعت کے مطابق ہو، نہ خوشی نہ غم نہ گفتار نہ کردار، نہ اوڑھنا، نہ بچھونا، نہ لین نہ دین

شریعت کے مطابق ہو تو اس کو تو نام کا مسلمان کہا جا سکتا ہے۔ اسی چیز کو حضرت علامہ اقبال مرحومؒ نے خوبصورت الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے:

اقبال بڑا اپدیشک ہے، من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا

خوب سن لو، مسلمان دو قسم کے ہیں: 1۔ قانونی مسلمان، 2۔ جنونی مسلمان۔ قانونی مسلمان اس کو کہتے ہیں کہ شناختی کارڈ میں مسلمان ہو اور ووٹر لسٹ میں نام مسلمانوں کے خانے میں لکھا ہو۔ اور جنونی مسلمان وہ ہے کہ جس نے شریعت کا حکم سن لیا تو فوراً دل و جان سے عمل پر اتر آیا۔ اور سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کا مصداق بنا۔ اور اس میں حیلے بہانے اور علتیں ڈھونڈنے کے بجائے آنکھیں بند کر کے اور اپنے اکابر، سلف وصالحین، صحابہ کرام، خیر القرون کے طریقے پر عمل پیرا ہو۔ اس کو جنونی مسلمان کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ بعض علاقے صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شکل واخلاق دیکھ کر فتح ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ ان لوگوں نے نہ تو اتنی بڑی تقریریں کیں، نہ تحریریں لکھیں۔ جیسے محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ساتھ سندھ میں داخل ہوئے تو نہ تو علاقے والے ان کی زبان سے آشنا تھے اور نہ وہ مقامی زبان سے آشنا تھے۔ مقامی لوگ صرف ان کا اخلاق اور برتاؤ دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ اس کو اصطلاح میں واعظ ساکت کہا جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ عمل روزانہ علم کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اگر کھل گیا تو یہ مہمان بعد میں بھی آئے گا، کیونکہ آپ نے مہمان کی قدر کی۔ اگر دروازہ نہیں کھولا تو یہ مہمان ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جاتا ہے۔ آئندہ کے لیے عمل کی توفیق چھین لی جاتی ہے اور آخر میں وہ علم بھی رخصت ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ انسان کی بقاء روح سے ہے اور روح کی بقاء علم سے ہوتی ہے۔ اس وجہ سے فرمایا گیا ہے: (الجہل موت الاحیاء (جہالت زندوں کی موت ہے) اور علم کی بقاء عمل سے ہوتی ہے۔ عمل کے بغیر علم مرجاتا ہے۔ اور عمل کی بقاء اخلاص سے ہوتی ہے۔ جس کے عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو گی تو وہ اعلانیہ اور چھپ کے دونوں حالتوں میں عمل کرے گا ورنہ منافق کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ﴾ (النساء:142) اور جب کھڑے ہوں نماز کو تو کھڑے ہوں ہارے جی سے لوگوں کے دکھانے کو۔ (معارف القرآن)

''جب کوئی دیکھتا ہے تو عمل کرتا ہے ورنہ نہیں۔ اور اخلاص اساس العمل ہے۔

خلاصہ کلام:

شریعت کے احکام کی ناقدری کی وجہ سے مومن سے نیک اعمال کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ احکام کو ترک کرنے لگتا ہے۔ تو دنیا کی زندگی میں پریشان رہتا ہے۔ اور آخرت میں سوائے ندامت کے اس کو کچھ نہیں ملے گا۔ صحابہ کرامؓ، سلف وصالحین کی طرز زندگیوں پر نظر دوڑائیے کہ ان کو دین سے کتنی محبت تھی۔ انہوں نے دین کے احکام کو کس طرح گلے لگایا۔ ان کو حضور اکرم ﷺ کی ہر ادا محبوب تھی۔ وہ حضور ﷺ اقدسؐ کی سنت پر عمل کرنے کو سعادت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ جبکہ ہم آپؐ کے طریقے کو غفلت کی وجہ سے فرض واجب نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ رہے ہیں۔

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ گویا سنت کو ترک کرنے سے آدمی دوزخی تو نہیں ہوتا لیکن قیامت کے دن شفاعت نبویؐ سے ضرور محروم ہوگا۔ کیا کوئی مسلمان اس کو گوارا کر سکتا ہے۔ تو ہمیں چاہیے کہ معاشرے میں حضور اکرم ﷺ کی سنتوں کو ترویج دیں۔ ان پر خود عمل کریں اور دوسروں کو عمل کرنے کی ترغیب دیں۔ بزرگان دین کی مجالس کو اپنی کامیابی کا ذریعہ اور سعادت سمجھیں۔ سنن مبارکہ پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کریں تاکہ معلوم ہو کہ فلاں شعبہ میں حضور اقدس ﷺ کا نورانی اور مبارک طریقہ کیا تھا۔ ہمیں کس طرح اس پر عمل کرنا ہے۔ تب دنیا و آخرت میں کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں سیرت نبویؐ، سیرت صحابہ کرامؓ اور سلف وصالحین کی سیرت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

پریس ریلیز 20 دسمبر 2019ء

مشرف کا اصل جرم افغانستان میں امارتِ اسلامیہ کو ختم کرنے میں امریکہ کا ساتھ دینا تھا

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مشرف سنگین غداری کیس کے خصوصی عدالت کے فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک اُن کے اصل جرائم پر اُن کے خلاف کوئی مقدمہ درج ہی نہیں کیا گیا۔ پرویز مشرف کا اصل جرم یہ تھا کہ اُنھوں نے نائن الیون کے بعد امارتِ اسلامیہ افغانستان کو تباہ و برباد کرنے میں امریکہ اور اُس کے اتحادیوں کا بھرپور ساتھ دیا۔ مزید برآں ہمارے وہ قبائلی بھائی جنھوں نے پاکستان کو کشمیر کا وہ حصہ دلایا جسے آج ہم آزاد کشمیر کہتے ہیں، جنھوں نے پاکستان کی شمال مغربی سرحد کی اس طرح حفاظت کی کہ ہمیں کبھی وہاں فوج رکھنے کی ضرورت بھی محسوس نہ ہوئی۔ انہیں پرویز مشرف نے مکمل طور پر سی آئی اے کے حوالے کر دیا۔ پھر نائن الیون کے بعد پاکستان کے انتہائی حساس فضائی اڈے امریکہ کے حوالے کر دیئے جہاں سے افغانستان پر ستاون ہزار فضائی حملے کیے گئے۔ پھر یہ کہ سینکڑوں پاکستانیوں کو اُٹھا اُٹھا کر امریکہ کے حوالے کیا گیا اور اس کے عوض ڈالر وصول کیے گئے جس کا اعتراف پرویز مشرف نے خود اپنی کتاب میں بھی کیا ہے۔ یہاں تک کہ امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پاکستان کی بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو امریکہ کے حوالے کر دیا۔ لال مسجد میں خون کی ہولی کھیلی۔ عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کیا گیا۔ یہ تھے مشرف کے اصل جرائم جن پر اُسے عبرتناک سزا یقینی طور پر دینی چاہیے تاہم لاش کی بے حرمتی کرنا مناسب نہیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

مسلمان.....ہتھیاروں کے خریدار

عنایت اللہ طور

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے سعودی عرب متحدہ عرب امارات اور اردن کو 8 ارب ڈالر کے ہتھیار فروخت کرنے کا اعلان کیا ہے کہ ایران کے ساتھ کشیدگی کے باعث خلیج میں امریکی اتحادی کو خطرہ لاحق ہے لہٰذا یہ معاہدہ ضروری ہے۔ عجیب بات ہے کہ اتنا اسلحہ لینے کے کے باوجود سعودی عرب کو ہر وقت پاکستان کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ پاکستان اور ہندوستان جیسے ممالک ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے ہیں، ان کی لڑائی میں فائدہ ہمیشہ اسلحہ بنانے والے کارخانہ داروں کا ہوتا ہے۔ جس طرح جوئے کا سارا فائدہ اس شخص کو پہنچتا ہے جو نال (جوئے خانے کا مالک جو جوئے کے لیے سہولیات مہیا کرنے کے عوض ہر داؤ جیتنے والے سے ایک خاص رقم) لیتا ہو یہاں بھی ہارنے اور جیتنے والے دونوں ہی نقصان میں رہتے ہیں۔

یہ کالم عمومی طور پر اسلحے کی تجارت میں مسلمانوں کے کردار پر ایک تجزیہ ہے۔

چند سال قبل لائبریری آف کانگریس کی ریسرچ سروس نے ایک سالانہ رپورٹ شائع کی تھی، اس رپورٹ کا نام ’’روایتی ہتھیاروں کی ترقی پذیر ممالک کو منتقلی‘‘ ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق 2006ء میں پاکستان نے 5 ارب 10 کروڑ ڈالر کا اسلحہ خریدنے کے معاہدے کیے۔ بھارت نے 3 ارب 50 کروڑ ڈالر اور سعودی عرب نے 3 ارب 20 کروڑ ڈالر کے سودے کیے۔ اسلحے کی صنعت پر بڑی بڑی ملٹی نیشنل کمپنیوں کا قبضہ ہے۔ ان کمپنیوں میں اکثر امریکی کمپنیاں ہیں، اس طرح امریکہ ہی دنیا کے اسلحے کی تجارت کا سب سے بڑا برآمد کنندہ ہے۔ اسلحے کی تجارت کا 40 فیصد امریکہ کے کنٹرول میں ہے۔ اس اسلحے کے خریدار تیسری دنیا کے ممالک ہیں۔ یہ ممالک اسلحہ خریدتے ہیں اور پھر آپس میں لڑتے ہیں پھر اسلحہ خریدتے ہیں، مقروض رہتے ہیں لیکن اسلحہ خریدتے ہیں۔ گولیاں، راکٹ، میزائل، بم، ہوائی جہاز، ٹینک وغیرہ کی خریداری پر اربوں روپے خرچ کیے جاتے ہیں۔ یہ رقم عوام کے ٹیکسوں اور غیر ملکی قرضوں سے حاصل کی جاتی ہے۔ بڑی مشکلوں سے حاصل کی گئی یہ رقم اسلحے کی خریداری میں اڑادی جاتی ہے۔ ہر لڑنے والا ملک اربوں روپے کا اسلحہ اڑانے کے بعد آخر کار مذاکرات کی میز پر بیٹھ جاتے ہیں لیکن جو رقم عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ ہونی چاہیے تھی وہ اسلحہ خریدنے پر خرچ کردی جاتی ہے۔

آج بھی دنیا میں سب سے زیادہ مظلوم مسلمان ہیں۔ ان کی تیل کی دولت اسلحہ خریدنے کی وجہ سے دوبارہ مغربی ملکوں میں چلی جاتی ہے۔ کچھ دیگر مصنوعات کی خریداری اور بنکوں کے ڈپازٹ میں خرچ ہو کر ان ممالک کے خزانوں میں چلا جاتا ہے۔ اس دولت کو پیدا کرنے والے غربت کی چکی میں پستے رہتے ہیں اور اس دولت پر سرمایہ دار ملکوں کے شہری آرام دہ زندگی گزارتے ہیں۔ ہر غریب ملک کے سرمائے کا رخ امیر ملکوں کی طرف ہوتا ہے، لیکن مسلمانوں کو اس سلسلے میں فوقیت حاصل ہے۔ اس موضوع پر ایک تحقیقی رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ اس رپورٹ کو پڑھنے کے بعد انسان کو مسلمانوں پر رحم آجاتا ہے۔ مسلمان ملکوں کے حکمران کس بے دردی سے اپنی دولت مغربی ملکوں کو دے رہے ہیں۔

2006ء میں سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، کویت، قطر وغیرہ نے 300 ارب ڈالر کا تیل فروخت کیا، اس رقم میں سے 100 ارب ڈالر کا اسلحہ خریدا گیا۔ سعودی عرب اور (GCC) کے ممالک نے اس رقم سے F-15 ہوائی جہاز، ابرامز جنگی ٹینک، بریڈلی بکتر بند گاڑیاں، زمین سے فضاء میں مار کرنے والے پیٹریاٹ میزائل، اپاچی ہیلی کاپٹر اور دوسرا اسلحہ خریدا۔ آج بھی دنیا میں اسلحے کا سب سے بڑا خریدار سعودی عرب ہے۔ سعودی عرب سالانہ تقریباً 2 سے 10 ارب ڈالر کا اسلحہ خریدتا ہے۔ یہ رقم امریکی ملٹی نیشنل کمپنی کے خزانے میں چلی جاتی ہے۔ اس رقم سے سعودی عرب نے جو اسلحہ خریدا ہے اس میں 373 ابرامز جنگی ٹینک جس کی قیمت 43 لاکھ ڈالر فی ٹینک ہے اور ان میں 130 mm کی توپیں لگی ہیں۔ سعودی عرب کے پڑوسیوں میں عراق، اردن، کویت، اومان، قطر، اور یمن ہیں۔ معلوم نہیں یہ اسلحہ کس کے خلاف استعمال ہوگا۔ مشرق وسطیٰ کے ممالک خودکشی کے راستے پر جارہے ہیں، اس سال سعودی عرب مزید 50 ارب ڈالر کا اسلحہ خرید رہا ہے۔ یہ رقم پاکستان کی کل آمدنی کا نصف ہے اور سعودی عرب کی کل آمدنی کا 18 فیصد بنتا ہے۔ اسلحہ شام کے باغیوں کے لیے ہوگا۔ متحدہ عرب امارات راک ویل ہیل فائرانٹی ٹینک میزائل، سمندری جہاز سے ہوا میں مار کرنے والے سی سپیرو میزائل اور سمندری جہاز سے سمندری جہاز کو مارنے والے ہارپون میزائل خرید رہا ہے۔ اس کے پڑوسی سعودی عرب اور اومان ہیں۔ معلوم نہیں وہ یہ اسلحہ کس کے خلاف استعمال کرے گا، ویسے سعودی عرب کے ساتھ مل کر وہ قطر کا بھی دشمن ہے۔

1991ء میں کویت انسانی تاریخ کا وہ واحد ملک تھا، جس نے اپنی کل آمدنی سے بھی زیادہ رقم فوجی مقاصد پر خرچ کی۔ کویت نے C/O18 اور F/A40 ہارنیٹ نامی جنگی طیارے بھی خریدے۔ ان کی قیمت ایک ارب 60 کروڑ ڈالر تھی۔ ایک ارب ڈالر کے ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، پیٹریاٹ میزائل، ہاک انٹی ایئر کرافٹ میزائل بھی خریدے۔ اتنی بڑی رقم سے خریدے گئے اسلحہ کو کبھی بھی کویتی استعمال نہ کر سکے اور عراق نے ہر چیز پر قبضہ کر کے اس کو چھین لیا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل عام کی ایک لمبی تاریخ ہے۔ 20ویں صدی کی سب سے لمبی روایتی لڑائی 8 سال تک ایران اور عراق کے درمیان لڑی گئی۔ تقریباً 10 لاکھ مسلمان، مسلمانوں کے ہاتھوں ہلاک ہوگئے۔

سوڈان کے علاقے دارفر (Darfur) میں عرب مسلمانوں اور غیر عرب مسلمانوں کے درمیان لڑائی میں اندازاً چار لاکھ مسلمان ہلاک ہوگئے ہیں اور یہ لڑائی ابھی تک جاری ہے۔ نائجیریا میں مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی کے دوران 1967ء میں 5 لاکھ مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے ہاتھوں ہلاک ہوگئے۔ الجزائر میں 1991ء کے دوران مسلمانوں کے درمیان اقتدار کی جنگ میں ڈھائی لاکھ مسلمان ہلاک ہوگئے۔ بنگلہ دیش میں مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی ہلاکتوں کی تعداد ایک اندازے کے مطابق 10 لاکھ تھی۔ افغانستان میں اب تک تقریباً 5 لاکھ مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں مر

the biggest known up to date with a total of over 73,500 tons), Lithium, Tantalum, and Niobium, the substances steady demand for which is pressed by the high tech sector along with the nuclear and aerospace industries.

The Pentagon, therefore, confirmed the earlier Soviet findings about the reserves of precious metals, ores, sulfur, Lazurite, Baryte, Celestine, etc. in Afghanistan, and actually went further, systematically compiling a map of the deposits.

Among the various reasons for the illegal US invasion of Afghanistan in 2001 and the illegitimate occupation to date, this is one of the major motives and still remains so. “The old expression ‘To the victor belong the spoils,’” Mr. Trump declared in July 2017. “You remember?” Even though the US has admittedly lost the war in Afghanistan, it still has eyes pinned on the mineral wealth and natural resources of the country.

__Source__: ***Adapted from an article by Nikolai Malishevski, published by the Strategic Culture Foundation***

Note: ***The editorial board of Nida-e-Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.***

چکے ہیں اور ہلاکتوں کا سلسلہ جاری ہے۔ دہشت گردی سے اموات اس کے علاوہ ہیں۔ شام کی خانہ جنگی میں اب تک تیس لاکھ مسلمانوں کا خون بہہ چکا ہے اور لاکھوں بے گھر ہو چکے ہیں۔ یہ سب مغربی اسلحہ سے ممکن ہوا۔

عجیب بات یہ ہے کہ افغانستان میں اسلحہ بنانے کا ایک کارخانہ موجود نہیں، آخر طالبان امریکہ جیسی قوت کا مقابلہ کس اسلحہ سے کر رہے ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ امریکی اپنا اسلحہ طالبان کو بیچ رہا ہو؟ بیس سال قبل دنیا میں اسلحہ کی مارکیٹ سے آدھا اسلحہ سعودی عرب، عراق اور ایران خریدتا تھا۔ اس سال ابھی جو ''فوجی اتحاد'' مشرق وسطیٰ میں بنایا گیا ہے، جس میں GCC کے ممالک مصر اور اردن شامل ہیں۔ اس اتحاد کے ممالک نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ایک کھرب ڈالر کا اسلحہ خریدے گا۔ جب بھی مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی ہلاکتوں کے لیے میدان بنتا ہے، مسلمانوں پر تو قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔ خوشی اور قہقہے صرف امریکی اسلحہ کے کارخانوں اور ان کے مالکان کے گھروں میں گونجتے ہیں۔ مسلم امہ، مسلمان بھائی بھائی ہیں، نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر، جیسے الفاظ کے کیا معنی ہیں؟ آج تک سمجھ نہیں آئی، آج کے مسلمان تو صرف امریکی اور سامراجی خزانے بھرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ مسلمان بحیثیت امت ہر جگہ آمروں کے چنگل میں زندگی گزار رہے ہیں معلوم نہیں یہ کن گناہوں کی سزا ہے۔ دور دور تک ان کی حالت بدلنے کی امید نظر نہیں آتی۔

کالم نگار جمیل مرغز روزنامہ ایکسپریس 29 مئی 2019ء

1۔ ''خشکی تری میں فساد برپا ہے۔ ان برے اعمال سے جو لوگوں نے اپنے ہاتھ سے کمائے ہیں۔ تاکہ ان کے کرتوت کا کچھ مزا انہیں چکھایا جائے ممکن ہے وہ ان کا انجام بد دیکھ کر راہ راست کی طرف لوٹ آئیں۔'' (الروم: 41)

2۔ ''آخرت میں بڑا عذاب دینے سے پہلے ہم اسی دنیا میں کسی نہ کسی چھوٹے عذاب کا مزہ انہیں چکھاتے رہیں گے۔ شاید کہ یہ اپنی باغیانہ روش سے باز آجائیں۔'' (السجدۃ: 21)

رسول مقبولؐ اُمت کو تین چیزیں دے کر گئے تھے (کتاب وسنت اور خلافت) تاکہ سارے مسلمان ادارہ خلافت کے تحت متحد ہو کر کتاب وسنت کے تقاضے پورے کر سکیں۔ ورنہ خلافت کے بغیر فکری انتشار اور فرقہ بندی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور مسلمان قرآنی تعلیمات کو مسخ کرنے کے مجرم قرار پاتے ہیں۔

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(12 تا 17 دسمبر 2019ء)

☆ جمعرات (12 ردسمبر) کو صبح 09:00 بجے قرآن اکیڈمی میں مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی جو تقریباً 11:30 بجے تک جاری رہا۔

پیر (16 ردسمبر) کو قرآن اکیڈمی میں بعد نمازِ عصر دبئی سے آئے ہوئے محترم شیخ فہیم سے ملاقات رہی۔ منگل (17 ردسمبر) دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی کے دفتر میں موجود ناظمین سے ملاقات کی۔ اسی دوران نائب امیر تنظیم اسلامی محترم اعجاز لطیف سے تفصیلی ملاقات رہی۔

ضرورت رشتہ

☆ کوٹ ادو کے ملتزم رفیق تنظیم، عمر 45 سال، تعلیم ایم فل رایم ایڈ، گورنمنٹ ٹیچر، پہلی بیوی وفات پا گئی ہے، کو عقد ثانی کے لیے تعلیم یافتہ، ہم پلہ بیوہ ر خلع یافتہ رطلاق یافتہ خاتون کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0344-7005251

دعائے مغفرت إنا لله وإنا إليه راجعون

☆ حلقہ لاہور غربی، اقبال ٹاؤن کے مبتدی رفیق عبدالباسط شاہد وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَاَدْخِلْهُ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُ حِسَابًا يَّسِيْرًا

The Pentagon's Map of Afghanistan: An Eldorado of Mineral Wealth and Natural Resources

Curious information surfaced in the media [2012] – based on space reconnaissance, the US Department of Defense put together a map of Afghanistan showing in detail the country's mineral riches which, as it transpired, may be quite impressive.

The fact that Afghanistan sits on a wealth of (strategic) natural resources was recognized indirectly back in 2010 when the Afghan ministry of mines rolled out a $1tr estimate of what the country might have, and The New York Times quoted a source in the US Administration as saying that Afghanistan's list of reserves included copper, gold, cobalt, and even lithium on which the present-day high tech industry is heavily dependent.

A Pentagon memo actually described Afghanistan's potential lithium holdings (used to make batteries) as big enough to make it the "Saudi Arabia of lithium".

Somehow, the news flew below the radars of most watchers worldwide.

It must be taken into account that the areas used for poppy in Afghanistan expanded dramatically since the Western coalition invaded the country with the 'war on terror' narrative and brought down the Afghan Taliban rule.

At the moment, millions of Afghans are involved in poppy farming and processing or in heroin trafficking. A year after the advent of the Western coalition, Afghanistan entered the world stage as a heroin monopoly, with approximately 90% of the global supply of opium.

Citing the above claims, in the 2000s Washington dropped Afghanistan from the narcotics blacklist and lifted the relevant sanctions. The US President said the step was in the US national interest.

Actually, Soviet scientists discovered decades earlier that the soils of Afghanistan contained ample mineral resources. Among those, for example, are precious and semiprecious stones: samples of the Sar-e-Sang District Lazurite. The emerald deposit unsealed back in the 1970s in the Panjshir Province ranks with the world's largest, with gems comparable in quality to the acclaimed ones mined in Columbia.

Moreover, the Soviets were aware of the existence of Uranium reserves in Afghanistan, verified by the accounts of General A. Lyakhovsky's presented in his book, Tragedy and Honor in Afghanistan. The Soviet explorations which were carried out in Afghanistan till the late 1980s showed that Afghanistan was extremely rich in various types of ores, with the resources hitherto untapped as the country had never been colonized.

The Aynak copper deposit is the biggest in Eurasia, and the Hadjigek iron ore in the proximity of Kabul is believed to be the top one in South Asia. Pegmatite reserves usable as sources of rubies, Beryl, and seldom-found gems – kunzite and hiddenite – are located east of Kabul. Pegmatite fields can, furthermore, serve to derive Beryllium (estimatedly, the corresponding reserves are

Vol: 28 Regd. No. C.P.L NO.114 No.49

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore